خطاب

جلسہ سالانہ ۱۷مارچ ۱۹۱۹ء

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خطاب حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی

(جو ۱۷- مارچ ۱۹۱۹ء کو جلسہ سالانہ پر فرمایا)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○ اٰمین۔

جماعت کے نئے انتظام کے متعلق

اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم کے ماتحت ہماری جماعت روز بروز ترقی پر ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال جو آتا ہے اپنے اندر نئی سے نئی برکات مخفی رکھتا ہے۔ اور ہر دن جو ہم پر چڑھتا ہے نئے سے نئے فضلوں کا ہمارے لئے اظہار کرتا ہے۔ پس جماعت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو دیکھ کر اور ان فرائض کو مدّ نظر رکھ کر جو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے پیشوا کی حیثیت سے مجھ پر عائد ہوتے ہیں میں نے اپنی جماعت کی ترقی اور بہبودی کے لئے ضروری اور مناسب سمجھا کہ جماعت کے کاروبار کو ایک ایسے انتظام کے ماتحت لایا جاوے کہ ہر ایک کام جو پیش آئے وہ بغیر کسی رکاوٹ کے جلد سے جلد ہو سکے۔ اس کے لئے میں نے ایک سکیم تیار کی تھی جو چھپوا کر

باہر دوستوں کے پاس بھیج دی گئی۔ اور قادیان میں بھی اس کے متعلق مشورہ لیا گیا تھا۔ چنانچہ ایسے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد جو احمدیہ انجمنوں کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ ہیں یا جو اپنے تجربہ اور علم کی بناء پر مشورہ دینے کی اہلیت رکھتے ہیں اس سکیم پر عمل کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ اور سلسلہ کے تمام کاموں کو چند حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اس وقت تک تمام کام کسی خاص انتظام اور اتحاد کے ماتحت نہ تھے۔ اور سوائے ان چند کاموں کے جو قادیان میں مقامی طور پر ہوتے اور جن کا تعلق صدر انجمن احمدیہ سے ہے اور بہت سے ایسے کام تھے جن کے کرنے کی خاص ذمہ داری کسی پر نہ تھی۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد اس وقت تک گیارہ سال کے عرصہ میں مخالفوں کی طرف سے بیسیوں ٹریکٹ اور رسالے ہمارے خلاف شائع ہوئے۔ اور یا تو وہ وقت تھا کہ ہمیشہ ہمارا قرضہ مخالفین کے سر پر رہتا تھا یا کاموں کے بڑھ جانے اور اندرونی انتظام کی طرف زیادہ توجہ ہونے کی وجہ سے حضرت خلیفہ اول مخالفین کے اعتراضوں کی طرف توجہ نہ کر سکے۔ پھر ان کے بعد میں بھی اندرونی فتنہ کو دور کرنے کی وجہ سے اس طرف خاص توجہ نہ کر سکا۔ باقی جو لوگ تھے انہوں نے اگر مخالفین کی کسی کتاب یا رسالہ یا مضمون کا جواب دے دیا تو یہ ان کی سعادت اور اخلاص تھا۔ ورنہ جماعت کی طرف سے جوابات شائع کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس لئے اعتراضات کا ذخیرہ جمع ہوتا گیا۔ اور آج یہ وقت آگیا کہ مخالفین کا قرضہ ہمارے سر ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ مخالفین کے اعتراضات کا کثیر حصہ نہایت فضول اور لغو ہے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ہم ان اعتراضات کو فضول کہہ کر ان کے جواب سے سبکدوش نہیں ہو سکتے کیونکہ ہمارے لئے ان باتوں کا جواب دینا ضروری ہے جو خواہ فضول ہی ہوں لیکن ان سے لوگوں کو دھوکا لگ سکے اور غلط فہمی میں مبتلاء ہو جائیں۔ قرآن کریم کو دیکھو اگر اس وقت کے حالات کو مدّ نظر نہ رکھا جاوے جبکہ وہ نازل ہؤا تو تعجب ہوتا ہے کہ کیسی چھوٹی چھوٹی باتوں کا اس میں جواب دیا گیا ہے۔ تو دراصل ایسا اعتراض جس کا کچھ نہ کچھ اثر لوگوں پر ہو وہ بڑا اور قابل جواب اعتراض ہے۔ اور جس کا کچھ اثر نہ ہو وہ چھوٹا اور ناقابل التفات ہے۔ پس ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں اعتراض فضول یا معمولی ہے۔ اگر اس نے کچھ لوگوں کو حق کے قبول کرنے سے روکا ہؤا ہے تو وہی بڑا ہے۔ حق سے روکنے والے اعتراض کو خواہ کتنا ہی چھوٹا اور معمولی کیوں نہ نظر آئے کبھی چھوٹا اور معمولی نہیں کہنا چاہئے۔ اور اس کا دور کرنا نہایت ضروری

ہے۔ اس کے برخلاف وہ اعتراض جو بظاہر بڑا نظر آئے۔ مگر اس کا لوگوں پر کچھ اثر نہ ہو اور وہ حق کے رستہ میں روک نہ ہو اس کی طرف توجہ کرنا لغو ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص قرآن کریم کی پانچ سو آیتیں غلط طور پر پیش کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف کوئی مضمون لکھے اور اس کا کچھ اثر نہ ہو تو اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر ایک شخص صرف یہ کہے کہ مرزا صاحب نے مسلمان ہو کر حج نہیں کیا۔ اب گو وہ اس کے لئے نہ قرآن کی کوئی سند پیش کرتا ہے نہ حدیث کی۔ مگر ایسے لوگ نظر آتے ہیں جن پر اس اعتراض کا اثر ہے تو یہ بڑا اعتراض ہے۔ اس کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔ تو اعتراضات کو محض بیہودہ اور فضول کہہ دینے سے ہم اپنی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہم سے قیامت کے دن یہ دریافت نہیں کیا جائے گا کہ فلاں آیت سے غلط استدلال کر کے جو اعتراض کیا گیا تھا اس کا جواب تم نے کیوں نہیں دیا۔ بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ تم کو جب معلوم تھا کہ فلاں بات لوگوں کے حق قبول کرنے میں روک تھی تو کیوں تم نے اس کا ازالہ نہ کیا۔ پس ہمارا فرض ہے کہ جس بات سے لوگ دھوکا کھائیں خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو اس کا ازالہ کریں۔ کیونکہ ہم اسے فضول کہہ کر اپنے فرض سے بری نہیں ہو سکتے۔ دیکھو ابو جہل ایک فضول اور لغو انسان تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اسے چھوڑا نہیں بلکہ پکڑا۔ اسی طرح فرعون کو خدا نے پکڑا۔ تو اللہ تعالیٰ بھی ایسی باتوں کی طرف توجہ کرتا ہے جو حق کے رستہ میں روک ہوتی ہیں۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں آنے والے جو مولوی مارے گئے وہ اس وقت کے سب سے بڑے علماء نہ تھے۔ ان سے بڑے بڑے موجود تھے۔ مگر وہ اس لئے مارے گئے کہ حق کے راستہ میں روک بنے اور انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنا چاہا۔ مثلاً دوالمیال کا فقیر مرزا جس کے شاید چند ہی آدمی معتقد ہوں گے اسے تو مار دیا۔ مگر ایسے کئی آدمیوں کو چھوڑ دیا جو اس سے زیادہ عزت اور شہرت رکھتے تھے اور مخالف بھی تھے۔ کیونکہ وہ خاص طور پر روک بنا تھا اور دوسرے ایسے نہ تھے پس ان کو باوجود اس کے کہ زیادہ لوگ انکے ماننے والے تھے ہلاک نہیں کیا۔ تو کسی اعتراض کا فضول یا لغو ہونے کا فیصلہ سلسلہ کی ترقی کے راستہ میں اس کی رکاوٹ کے لحاظ سے ہو سکتا ہے نہ کسی اور لحاظ سے۔ اگر وہ لوگوں کے حق قبول کرنے میں روک ہو تو خواہ حقیقت میں وہ کتنا ہی معمولی ہو تو بھی اسے فضول نہیں کہا جا سکتا۔ دیکھو قرآن کریم میں بعض ایسے دلائل بیان کئے گئے ہیں جو جذبات ابھارنے والے ہیں۔ اور عقلی دلائل

کے مقابلہ میں ان کا مفہوم اقرب رکھا گیا ہے۔ اور وہ آسانی سے سمجھے جاسکتے ہیں۔ ان کے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جذبات کو ابھارنے والے دلائل اور باتیں زیادہ اثر کرتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں بھی جذبات کو ابھارنے والے دلائل زیادہ ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے کہ وہ نادرست اور غلط باتیں جو لوگوں کے جذبات پر زیادہ اور برا اثر کرتی ہیں ان کو معمولی نہ سمجھیں اور ان کا پورا جواب دیں۔

صیغہ بیت المال

اسی طرح جماعت کے کئی اور کام ہیں جن کو ایک انتظام کے ماتحت لانا ضروری ہے۔ فی الحال میں نے اس کے لئے چار صیغے مقرر کئے ہیں۔ جن میں سے ایک بیت المال کا صیغہ ہے۔ جس کا یہ فرض ہو گا کہ ان کاموں کے علاوہ جن کا تعلق صدر انجمن سے ہے باقی تمام کاموں کے لئے جس قدر روپیہ کی ضرورت پیش آئے اسے مہیا کرے۔ اس سے پہلے ہمارے روپیہ کا حساب و کتاب رکھنے والے افسروں کا یہ کام ہوتا تھا کہ جو کچھ کوئی دے جائے یا بھیج دے وہ لے لیں۔ لیکن جن لوگوں نے کوئی خاص کام کرنا ہو ان کے خزانے دوسروں کی رائے پر نہیں چھوڑے جاسکتے۔ ان کے کارکنوں کا فرض ہے کہ ضرورت کے مطابق روپیہ بہم پہنچائیں۔ البتہ ایسی حکمت اور ترکیب سے وصول کریں کہ افراد تباہ و برباد نہ ہوں۔ کیونکہ جماعتیں افراد سے ہی بنتی ہیں۔ اور وہ حکومتیں جو افراد کو برباد کر دیتی ہیں کبھی ترقی نہیں کر سکتیں۔ تو ہماری جماعت کے انتظام اور ضروریات کے پورا کرنے کے لئے یہی ضروری نہیں کہ جو کچھ کوئی دے دے اسی کو سنبھال لیں۔ بلکہ جو ضرورت ہو اس کے لئے انتظام کریں اس لئے اس کے لئے خاص محکمہ قائم کیا گیا ہے۔ جس کا فرض ہو گا کہ جس طرح ہو سکے ضروریات کو پورا کرنے کے لئے روپیہ مہیا کرے۔ اور علاوہ ماہوار چندوں کے جو صورتیں بھی روپیہ فراہم کرنے کی ہوں ان کو کام میں لائے۔

صیغہ تالیف و اشاعت

دوسرا صیغہ تالیف و اشاعت کا بنایا گیا ہے۔ یعنی ایک آفیسر ایسا مقرر کیا گیا ہے جس کی ذمہ داری ہو گی کہ جس قدر سلسلہ کے خلاف مضامین اردو، انگریزی، عربی، فارسی، پشتو وغیرہ زبانوں میں شائع ہوں انکو جمع کرے۔ اور ان میں سے جن کے متعلق ذرا بھی سمجھا جائے کہ کسی قسم کی رکاوٹ کا باعث ہیں ان کا فوراً جواب شائع کرائے۔ یہ جواب خواہ رسالوں اور اخباروں کے ذریعہ ہو۔ یا ٹریکٹوں اور کتابوں کے ذریعہ۔ لیکن ہونا ضرور چاہئے۔ پس ہمارے خلاف خواہ ان میں سے کوئی لکھے جو غیر مبائع

ہیں خواہ ان میں سے لکھے جو غیر احمدی ہوں خواہ ان میں سے لکھے جو اسلام سے باہر ہیں اس کا ضرور جواب شائع ہو۔ پھر رسول کریم ؐ اور اسلام پر دیگر مذاہب کی طرف سے جو اعتراض کئے جائیں ان کا جواب دینا بھی ہمارا فرض ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہمارا یہ بھی کام ہے کہ وہ تجاویز سوچیں جن کے ذریعہ کسی مذہب کے لوگوں میں کامیابی کے ساتھ تبلیغ ہو سکتی ہے۔ اس صیغہ کے افسر کے ذمہ یہ فرض ہو گا کہ وہ نہ صرف مخالفین کے اعتراضوں کے جواب لکھوائے اور شائع کرائے بلکہ یہ بھی دیکھے کہ عیسائیوں' ہندوؤں' غیر احمدیوں اور غیر مبائعین میں تبلیغ کے لئے کونسے دلائل اور طریق زیادہ کار آمد اور مؤثر ہو سکتے ہیں۔ اور وہ دلائل باقاعدہ طور پر مبلغین اور واعظوں کو سکھائے جائیں۔ عیسائیوں نے اس طریق سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ ؑ کو زندہ آسمان پر مانتے ہیں تو انہوں نے عیسائیت کی برتری جتانے کے لئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تمہارا رسول ؐ فوت ہو چکا اور حضرت عیسیٰ ؑ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ پھر ان کی فضیلت ماننے میں تمہیں کیوں انکار ہے۔ اس سے بہت سے مسلمانوں کو ٹھوکر لگ گئی اور وہ عیسائیت میں داخل ہو گئے۔ پس جب باوجود حق پر نہ ہونے کے اصولی طور پر کام کرنے سے عیسائی فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو ہم حق پر ہو کر کیوں نہ ایسے اصول کے ماتحت کام کر کے جو مفید اثرات پیدا کر دیتے ہیں فائدہ اٹھائیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر مذہب میں تبلیغ کرنے کے لئے ان دلائل کو مرتب کیا جاوے جن کا کسی مذہب کے لوگوں پر زیادہ اثر ہو سکتا ہے۔ اور ان کے ذریعہ آسانی سے وہ ہماری باتوں کو سمجھ سکتے ہوں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک دلیل نہایت زبردست ہو مگر اس کا بعض لوگوں پر زیادہ اثر نہ ہو۔ اور ایک دوسری دلیل کم واضح ہو مگر ان لوگوں پر اس کا بہت اثر ہو۔ اور چونکہ اصل غرض حق سمجھانے کی ہے۔ اس لئے اسی طریق کو اختیار کرنا چاہئے۔ جس سے لوگوں کی سمجھ میں حق آجاوے۔

پھر اس کے علاوہ ایک اور بات کی طرف بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں ایک زمانہ تک تو ان مسائل کی بڑے زور و شور کے ساتھ تحقیق ہوتی رہی ہے۔ جو ہمارے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود ؑ نے جب دعویٰ کیا تو وفات مسیح ؑ کا سوال پیدا ہؤا۔ جس کے متعلق بہت سے دلائل تو حضرت مسیح موعود نے خود دیئے۔ اور کچھ اور احمدیوں نے مہیا کئے۔ مگر اس کے بعد کہ اٹھارہ بیس سال ہو گئے ہیں کوئی دلائل نہیں نکالے گئے۔ حالانکہ جب اس مسئلہ کے ذریعہ ہمارے سلسلہ کو بہت بڑا فائدہ پہنچا اور پہنچ رہا ہے

تو ہمارے علماء کا فرض تھا کہ اس کی تائید میں نئے نئے دلائل مہیا کرتے تاکہ جس طرح اچانک حملہ سے دشمن کے لشکر کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح اچانک نئے نئے دلائل کے حملہ سے ہمارے مخالفین بھی حیران و ششدر رہتے۔ دیکھو جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اچانک کئی ایک آیات وفات مسیحؑ کے ثبوت میں پیش کیں تو مخالفین میں ایک کھلبلی پڑ گئی اور وہ گھبرا گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے جس سے سمجھدار لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور بہت سوں نے حق کو قبول کر لیا۔ لیکن اب دلائل کا وہ اثر نہیں رہا۔ وجہ یہ کہ مخالف مولویوں نے بھی ان کے جواب خواہ جھوٹے ہی سہی مگر تیار کر لئے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس بھی کچھ نہ کچھ جواب ہے۔ اور چونکہ عام طور پر دنیا میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ اپنے لوگوں کی ایک حد تک پاسداری ضرور کرتے ہیں۔ اس لئے غیر احمدی مولوی جب ہمارے مقابلہ میں کچھ نہ کچھ جواب دیتے ہیں تو عوام ان کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ لیکن اگر نئے سے نئے دلائل ہماری طرف سے پیش کئے جائیں تو نہ مخالفین ان کے جواب دے سکیں اور نہ دوسرے لوگ ان کی پاسداری کر سکیں۔ مگر کچھ عرصہ سے یہ نقص پیدا ہو گیا ہے کہ ہماری طرف سے اس امر کی کوشش نہیں کی گئی کہ تحقیق کر کے اپنے دعاوی کے نئے دلائل اور ثبوت مہیا کئے جاویں۔ اور اس وجہ سے اس تیزی کے ساتھ ہمیں کامیابی نہیں ہو رہی جیسی کہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ ہمارے دلائل کا ذخیرہ پرانا ہے اس لئے گھبراتے ہیں۔ اب یہ اس صیغے کا فرض ہو گا کہ نئے نئے دلائل اور ثبوت نکالتا رہے اور اس تیزی اور چستی سے نکالتا رہے کہ دشمن ابھی پہلے پیش کردہ دلائل کے جواب سے عہدہ برآنہ ہؤا ہو کہ اور نئے پیش کر دیئے جائیں۔ یہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ہم بڑے سے بڑے دشمنوں کو ناکام کر سکتے ہیں۔ اس کے متعلق یہ مت سمجھو کہ ہمیں نئے دلائل نہیں مل سکیں گے۔ دیکھو ایک دوائی جو ہزاروں سال سے استعمال ہوتی چلی آئی ہے۔ دن بدن اس کے نئے نئے فوائد نکلتے رہتے ہیں اسی طرح باوجود اس کے کہ قرآن کو تیرہ سو سال سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ لیکن اس میں سے نئے نئے معارف نکلتے ہی چلے آتے ہیں اور ختم ہونے میں نہیں آتے۔ وجہ یہ ہے کہ جس طرح دنیاوی چیزوں کے بعض خزانے آئے دن ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح روحانی اور دینی امور بھی نئے سے نئے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ پس اگر خاص انتظام اور پوری کوشش اور محنت کے ساتھ تحقیقات کی جائیں۔ تو ضرور ہے کہ نئے دلائل ہم کو مل جائیں۔ غرض یہ ایک نہایت ضروری

اور اہم کام ہے جس کے لئے الگ صیغہ بنایا گیا ہے۔

صیغہ تعلیم و تربیت

تیسرا صیغہ تعلیم و تربیت ہے جس کا فرض اپنی جماعت کے لوگوں کو دینی اور دنیوی تعلیم دینا ہے تعلیم ایک ایسی ضروری چیز ہے کہ جس کے بغیر کوئی جماعت محفوظ اور زندہ نہیں رہ سکتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا اتنا خیال تھا کہ آپ نے کچھ لوگوں کو اس شرط پر رہا کر دیا تھا کہ مسلمانوں کے بچوں کو تعلیم دیں۔ چونکہ ابتداء میں صحابہؓ میں سے زیادہ تعداد پڑھے لکھے لوگوں کی نہ تھی۔ اور جو لوگ تعلیم یافتہ تھے وہ اور ضروری کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک ایسے لوگوں کو جو لڑائی میں گرفتار ہو کر آئے تھے۔ اس شرط پر رہا کر دیا کہ مسلمانوں کے بچوں کو تعلیم دیا کریں۔ تو تعلیم ایک نہایت ضروری چیز ہے لیکن اس وقت تک ہماری جماعت کے لئے اس کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ اسی طرح تربیت بھی بہت ضروری شَے ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر بھی بڑے بڑے کاموں میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جو ہونے چاہئیں۔ نماز ہی کو لے لو۔ بعض کلمات کا دہرانا ہی ضروری نہیں بلکہ بعض اور ہدایات کا بھی بجالانا ضروری ہے۔ مثلاً صف بندی کا حکم ہے۔ یہ حکم ایسا اہم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صف سیدھی کرو ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ اور تم میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ (بخاری کتاب الأذان باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ و بعدھا) لیکن مسلمان باوجود خواہش کے عام طور پر صف سیدھی نہیں رکھ سکتے۔ مگر فوجی جنہیں معمولی سی تنخواہ ملتی ہے وہ ایسی سیدھی قطار باندھتے ہیں کہ بال بھر بھی فرق نہیں ہوتا۔ اسی لئے کہ ان کو اس امر کی مشق کرائی گئی ہے جو انہیں حاصل نہیں۔ اسی طرح جو لوگ بڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں وہ تشہد میں ٹھیک بیٹھ نہیں سکتے۔ وجہ یہ کہ شروع سے ان کی تربیت نہیں ہوتی۔ تو تربیت نہایت ضروری چیز ہے۔ ہم میں وہ لوگ جو نئے داخل ہوتے ہیں ان کی تربیت تو ذرا مشکل کام ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ابتدائی عمر کا بہت سا حصہ جس میں تربیت کی جاسکتی ہے باہر گزار کر آتے ہیں۔ لیکن آئندہ اولاد کا خیال رکھنا ایک حد تک آسان امر ہے اور ضروری ہے۔ اس لئے یہ صیغہ بنایا گیا ہے۔ اس کے ذمہ یہ کام ہو گا کہ جماعت کے لڑکوں کی فہرستیں تیار کرائے اور معلوم کرے کہ مثلاً زید کے تین لڑکے ہیں ان کی تعلیم کا کوئی انتظام ہے یا نہیں اور وہ دینی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں یا نہیں۔ اگر معلوم ہو کہ نہیں تو اسے لکھا اور سمجھایا

جاوے کہ اپنے بچوں کی تعلیم کا انتظام کرے۔ ایسے لوگ خواہ کہیں رہتے ہوں ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کی نگرانی یہ صیغہ کرے گا اور ممکن سہولتیں مہیا کرنا اس کا فرض ہو گا۔ اس طرح تمام جماعت کے بچوں پر اس صیغہ کی نظر ہو گی۔ پھر جو شخص فوت ہو جائیگا۔ اس کی اولاد کے متعلق یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی تعلیم و تربیت کا کیا انتظام ہے۔ اس کے رشتہ داروں نے کچھ کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو وہ تسلی بخش ہے یا نہیں اور کس قدر امداد دینے کی ضرورت ہے۔

صیغہ امور عامہ

ان تینوں صیغوں کے علاوہ ایک صیغہ متفرق امور کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کے سپرد کئی باتیں ہونگی اول تو یہ کہ گورنمنٹ کے ساتھ ہماری جماعت کے جو تعلقات ہیں ان کو محفوظ رکھا جائے اور کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے دیا جائے۔ یہاں پنجاب میں تو اگر ہمارے خلاف کوئی کارروائی کی جاتی ہے۔ اور گورنمنٹ کو ہم سے بدظن کرنے کے لئے کوئی چال چلی جاتی ہے تو اس کا ہمیں حکام سے پتہ لگ جاتا ہے۔ لیکن یوپی' بہار' بنگالہ وغیرہ میں احمدیوں کے خلاف اگر کوئی کوشش کی جاوے تو بوجہ مرکز کے بُعد کے نہ ان کا ہمیں علم ہو سکتا ہے اور نہ ہم اس کا ازلہ کر سکتے ہیں۔ اور وہاں کی جماعتیں اس قدر طاقت نہیں رکھتیں کہ خود یہ کام کر سکیں۔ پس ضروری ہے کہ مرکز اس بات کی احتیاط رکھے۔ یا مثلاً کہیں ہماری جماعت کے لوگوں کو افسروں سے بوجہ انکی ناواقفیت کے یا دوسرے لوگوں سے تکلیفیں پہنچتی ہیں تو ان کا پتہ لگایا جاوے اور ان کے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اسی طرح اور کئی طریق سے جو ہماری مخالفت کی جاتی ہے اس کا بھی خیال رکھا جائے۔ اور ان کے نقصانات سے بچنے کا انتظام کیا جائے۔ اس طرح اس محکمہ کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ احمدی جماعت کی دنیاوی ترقیات کے متعلق خیال رکھے۔ مثلاً جو لوگ بے کار ہیں انہیں کام پر لگانے کی کوشش کی جائے کیونکہ اگر ایک حصہ بے کار ہو تو اس کا ساری جماعت پر اثر پڑتا ہے۔ اور ان کے کام پر لگنے سے جماعت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ مثلاً پچاس آدمی ایسے ہوں جو ملازمت کرنے کی قابلیت رکھتے ہوں۔ لیکن ناواقف ہونے کی وجہ سے کسی جگہ ملازم نہ ہو سکیں تو ان کا بار جماعت کے افراد پر ہی پڑے گا۔ اور اگر وہ ملازم ہو جائیں تو نہ صرف دوسروں پر بوجھ نہیں رہیں گے بلکہ خود بھی جماعت کے کاموں میں چندہ دے سکیں گے۔ پس اس صیغہ کا یہ بھی کام ہو گا کہ ایسے لوگوں کی فہرستیں تیار کرے جو ملازمت تو کر سکتے ہیں۔ لیکن ناواقفیت کی وجہ سے ملازم نہیں ہو سکتے اور ان کے متعلق ایسے لوگوں کو لکھا جائے۔ جو ملازمتیں تلاش کر سکتے

ہیں کہ وہ انہیں نوکر کرائیں۔ اسی طرح تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق خیال رکھنا اس صیغہ کا کام ہو گا۔ لوگوں میں عام طور پر بھیڑ چال ہوتی ہے۔ مثلاً اگر وہ دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر کے فائدہ اٹھایا ہے تو وہ اسی کے حصول میں لگ جاتے ہیں۔ لیکن کوئی قوم اور خصوصاً وہ قوم جو ابھی ابتدائی حالت میں ہو۔ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ سب قسم کے تعلیم یافتہ لوگ اس میں نہ پائے جاتے ہوں۔ میرے خیال میں آجکل مسلمانوں کو اس بات سے بہت نقصان اٹھانا پڑا ہے کہ ان میں سے بہت ہی کم لوگوں نے انجینئری کی تعلیم کی طرف توجہ کی ہے۔ اور عام طور پر یہ صیغہ ہندوؤں کے قبضہ میں ہے۔ اگر مسلمان اس طرف خاص توجہ کرتے تو اپنی قوم کے لوگوں کو جائز طور پر بہت فائدہ پہنچا سکتے تھے۔ کیونکہ اس محکمہ کے آفیسروں کے اختیار میں کئی قسم کے ٹھیکے وغیرہ دینے کا کام ہوتا ہے جو آج کل عام طور پر ہندوؤں ہی کو ملتے ہیں۔ اور اگر کسی مسلمان کو مل بھی جائے تو اس کام میں نقص نکال کر اس کے اپنے سرمایہ کو بھی تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اسی سٹیج پر ایک صاحب بیٹھے ہیں ان کے ایک بزرگ کو ٹھیکہ کے معاملہ میں ہی انجینئر نے اس قدر نقصان پہنچایا کہ ان کی اپنی جائیداد جو کروڑوں کی تھی تباہ و برباد ہو گئی پس ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ نئے تعلیم پانے والوں کی خبر لیتے رہیں اور ان کے لئے انکے مذاق اور قابلیت کے مطابق تعلیم کا انتظام کریں اور انہیں ترغیب دیں کہ وہ ان مختلف شعبہ ہائے تعلیم میں تقسیم ہو جاویں جو آئندہ ان کی ذات کے لئے بھی اور جماعت کے لئے بھی مفید ثابت ہوں۔ اسی طرح شادی بیاہ کے معاملات ہیں بہت سے لڑکے اور لڑکیوں کے لئے آسانی کے ساتھ انتظام نہیں کیا جاسکتا۔ وجہ یہ کہ ایک دوسرے کو پتہ نہیں ہوتا کہ کہاں رشتہ ہو سکتا ہے۔ یہ بھی اس صیغہ کا کام ہو گا کہ بن بیاہے لڑکے اور لڑکیوں کی فہرستیں تیار کرے۔ اور ان کے رشتے ناطے میں آسانیاں پیدا کرے۔ غرض اس طرح کے اور بہت سے کام جو نکلتے رہیں۔ وہ سب اسی صیغہ کے متعلق ہوں گے۔

محکمہ قضاء

پھر ہماری جماعت کے لوگوں میں اگر کسی جگہ کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو وہ عدالت میں جاتے ہیں جس سے احمدیت کی ذلت ہوتی ہے۔ ابتداء میں جب ابھی جھگڑے کی بنیاد ہی پڑتی ہے اس وقت تو ہمارے پاس اس لئے نہیں آتے کہ چھوٹی سی بات کے متعلق انہیں کیا تکلیف دیں۔ لیکن جب بات بڑھ جاتی ہے تو پھر اس خیال سے ہمارے سامنے پیش کرنے سے جھجکتے ہیں کہ وہ کہیں گے پہلے کیوں ہمیں نہ بتایا اور کیوں جھگڑے کو اتنا بڑھایا۔

اسی طرح بات بڑھتی بڑھتی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ پھر اگر ہم بھی کہیں کہ اس جھگڑے کو چھوڑ دو تو نہیں مانتے اور احمدیت کو چھوڑ دیتے ہیں اس نقص کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہر جگہ محکمہ قضاء مقرر نہیں ہے۔ اگر کچھ لوگوں کو مسائل سکھلا کر مختلف مقامات پر انہیں مقرر کر دیا جاتا تو ایسا نہ ہوتا۔ اب قاضی القضاۃ کا محکمہ تو یہاں مقرر کیا گیا ہے۔ آئندہ موٹے موٹے اور ضروری مسائل کچھ لوگوں کو سکھا کر مختلف جماعتوں میں انہیں مقرر کر دیا جائے گا تاکہ وہ مقامی جھگڑوں اور فسادوں کا تصفیہ کر دیا کریں اور بات زیادہ بڑھ کر خرابی کا موجب نہ ہو۔ ہاں ان کے فیصلہ کی اپیل یہاں کے محکمہ قضاء میں ہو سکے گی۔

محکمہ فتاویٰ

پھر ایک صیغہ فتویٰ کا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد زمانہ خلفاءؓ میں قاعدہ تھا کہ شرعی امور میں فتویٰ دینے کی ہر شخص کو اجازت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اتنی احتیاط کرتے تھے کہ ایک صحابیؓ نے (غالباً عبد اللہؓ بن مسعود نے) جو دینی علوم میں بڑے ماہر اور ایک جلیل القدر انسان تھے ایک دفعہ کوئی مسئلہ لوگوں کو بتایا اور اس کی اطلاع آپ کو پہنچی تو آپ نے فوراً ان سے جواب طلب کیا کہ کیا تم امیر ہو یا امیر نے تم کو مقرر کیا ہے کہ فتویٰ دیتے ہو۔ دراصل اگر ہر ایک شخص کو فتویٰ دینے کا حق ہو تو بہت مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور عوام کے لئے بہت سے فتاویٰ ابتلاء کا موجب بن سکتے ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات ایک ہی امر کے متعلق دو مختلف فتوے ہوتے ہیں اور دونوں صحیح ہوتے ہیں۔ مگر عوام کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ دونوں کس طرح درست ہیں۔ اس لئے وہ اس پر جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً نماز ہی میں کئی باتیں مختلف طور پر ثابت ہیں۔ اب کئی لوگ اس پر لڑتے ہیں کہ فلاں یوں کرتا اور فلاں اس کے خلاف کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ کسی کو اپنے خیال کے ذرا سا خلاف کرتے ہوئے بھی دیکھیں تو اس کے پیچھے نماز توڑ دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ سمجھیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ دونوں باتوں میں کچھ حرج نہ تھا۔ غرض عوام جو واقف نہ ہوں ان کے سامنے اگر دو جائز باتیں بھی پیش کی جائیں تو وہ لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں اس لئے فتوے دینے کے لئے ایک خاص محکمہ مقرر کیا گیا ہے۔ ہر قسم کے فتوے دینا اس کا کام ہو گا اور کسی اور کو اجازت نہ ہو گی کہ کوئی فتویٰ دے۔

قابل توجہ امر

غرض فی الحال میں نے یہ انتظام کیا ہے۔ اور اس انتظام کی نگرانی کے لئے ایک ناظر اعلیٰ مقرر کیا ہے۔ اور ہر ایک صیغہ کا ایک ایک الگ ناظر رکھا

ہے۔ اور پھر ایسا انتظام کیا ہے کہ ہفتہ میں ایک بار ہر ایک صیغہ کے ناظر اپنے اپنے صیغہ کے کام کی رپورٹ میرے سامنے پیش کریں اور آئندہ کے لئے ہدایات لیں۔ اس وقت تک ایسا ہی ہو رہا ہے اور میں نے دیکھا ہے باوجود اس کے کہ ابھی ابتدائی کام اور دفتری انتظام سے ان صیغوں کو فراغت نہیں ہوئی۔ ہر ایک کام میں ایک نئی روح کام کرتی نظر آتی ہے۔ ان باتوں کے اسوقت میرے بیان کرنے کی ایک غرض تو یہ ہے کہ آپ لوگوں کو واقفیت ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ جو ان کاموں کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ ان کو آپ سے کام پڑیگا۔ مثلاً لڑکوں کی فہرست بنانے کے لئے آپ کو لکھیں گے اور دوسری باتوں میں آپ سے مدد لیں گے۔ اس لئے میں ہدایت کرتا ہوں کہ جس احمدی سے یہ معلومات حاصل کرنا چاہیں خواہ وہ کسی جماعت کا سیکرٹری ہو یا پریذیڈنٹ یا ممبر ہو کوئی ہو اسے اگر کوئی خاص مجبوری ہو تو معذرت کر دے ورنہ جہاں تک جلد ہو سکے جواب دیں۔ اور ان کی طرف جو اعلانات بذریعہ اخبار یا بذریعہ خاص چھٹی پہنچیں۔ ان کو میری طرف سے ہی سمجھیں۔ کیونکہ وہ یا تو میرے حکم سے یا میرے مشورہ سے بھیجے جاتے ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے میرے مقرر کئے ہوئے حاکم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (بخاری کتاب الجهاد والسیر باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به) پس چونکہ یہ لوگ خلیفہ کے مقرر کئے ہوئے ہوں گے اس لئے اگر آپ ان کے کسی اعلان کی تعمیل کرنے میں اس لئے سستی کریں گے کہ وہ زید یا بکر کے نام سے لکھا گیا ہے تو یہ اس کی نافرمانی نہیں ہوگی بلکہ میری نافرمانی ہوگی اور اگر اسے حتی المقدور مدد دیں گے تو یہ اس کی مدد نہیں ہو گی بلکہ میری مدد ہوگی۔

احمدیہ گزٹ کا اجراء

اسی سلسلہ میں مَیں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض مقامات پر کسی اعلان یا خط کی اس لئے تعمیل نہیں ہوتی کہ وہاں کے لوگوں کو علم نہیں ہوتا کہ وہ خط میری طرف سے مقرر کردہ آدمی نے لکھا ہے اور بعض اوقات تو یہ خیال کرلیا جاتا ہے کہ کسی پیغامی کی طرف سے ہی نہ ہو۔ اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ ایک ماہوار رسالہ گزٹ کے طور پر شائع کیا جائے۔ جس میں وہ امور بیان کئے جائیں جنکی واقفیت ضروری ہے۔ اور جو افسر مقرر ہوں ان کی اطلاع شائع کی جائے۔ اس طرح ایک تو دوستوں کو کام کرنے والوں کے نام کا علم ہو جائے گا۔ دوسرے جو کام ہو رہے ہوں گے ان

کے متعلق واقفیت ہو جائے گی۔

غیر مبائعین کے متعلق

اس کے بعد میں اپنے دوستوں کو ایک خاص امر کے متعلق کچھ سنانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ان دنوں ان لوگوں کی طرف سے جنہوں نے مرکز سلسلہ سے علیحدہ ہو کر لاہور کو اپنا مرکز بنالیا ہے ہمیں صلح کا پیغام دیا گیا ہے۔ اور بظاہر اس سے بڑھ کر اور کیا چیز خوشی کا موجب ہو سکتی ہے کہ آپس میں صلح ہو جائے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ صلح کا پیغام اپنے اندر ہزاروں فسادوں کے بیج رکھتا ہے۔ اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بہت دفعہ بعض ظاہر میں اچھی نظر آنے والی چیزیں باطن میں مضر ہوتی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاویہؓ کی صبح کی نماز رہ گئی۔ اس پر وہ اٹھکر اتنا روئے اتنا روئے کہ شام تک روتے رہے۔ اور اسی حالت میں رات کو سو گئے۔ صبح ابھی اذان بھی نہ ہوئی تھی کہ انہوں نے رؤیا میں دیکھا ایک آدمی کہہ رہا ہے اٹھ نماز پڑھ۔ انہوں نے پوچھا تُو کون ہے اس نے کہا میں ابلیس ہوں۔ انہوں نے کہا تو کیوں جگانے آیا ہے۔ اس نے کہا۔ کل مجھ سے غلطی ہو گئی کہ تمہیں سلائے رکھا۔ جس پر تم اتنا روئے کہ خدا نے کہا اسے ستر نمازوں کا ثواب دو۔ آج میں اس لئے جگانے آیا ہوں کہ تمہیں ایک ہی نماز کا ثواب ملے ستر کا نہ ملے۔ تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو چیز اچھی نظر آتی ہے وہ درحقیقت اپنے اندر برائی کا بیج رکھتی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے جو شرائط پیش کی گئی ہیں وہ ایسی ہی ہیں کہ بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہیں مگر باطن میں زہر ہیں۔ ظاہر میں تو یہ شرائط ایسی ہی اعلیٰ معلوم ہوتی ہیں جیسی عیسائیوں کی یہ تعلیم ہے کہ اگر کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دو۔ مگر جب ان کی حقیقت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سخت نقصان رساں ہیں۔ ایک شرط یہ ہے کہ ایک دوسرے کے متعلق سخت کلامی نہ ہو اس کے متعلق یہ دیکھنا چاہئے کہ آپس کی سخت کلامی کب سے شروع ہوئی۔ کہتے ہیں الفضل میں فلاں سخت مضمون چھپا۔ ہم پوچھتے ہیں کیوں چھپا اور اس کی کیا وجہ تھی۔ یہی معلوم ہو گا کہ پیغام نے فلاں مضمون لکھا تھا۔ اس کا جواب دیا گیا۔ اسی طرح اگر اس کو چلاتے جاؤ تو معلوم ہو جائیگا کہ سب سے پہلے کس نے سخت لکھا۔ اور وہ پیغام ہی ہو گا۔ اس کے مقابلہ میں ہمارے اخباروں نے بہت کم لکھا ہے۔ وجہ یہ کہ میں نے انہیں روکے رکھا ہے۔ اور جس طرح اگر گھوڑے کو زور سے روکیں تو اس کے مونہہ سے خون نکل آتا ہے۔ اسی طرح ہمارے بعض اخباروں کے ایڈیٹروں کا حال ہؤا۔ کہ وہ

ان لوگوں کی سخت کلامی کو اور اپنی مجبوری کو دیکھ کر خون کے آنسو روتے رہے ہیں۔ اور جوش میں ایسا ہی ہؤا کرتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بعض لوگوں کی بدکلامی سن کران سے لڑپڑا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہؤا۔ تو آپ نے اسے نصیحت کی کہ ایسے موقع پر صبر سے کام لینا چاہئے۔ وہ شخص سخت جوش سے بھرا ہؤا تھا بے اختیار کہہ اٹھا کہ ہم سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ کے پیر (محمد ﷺ) کو جب کوئی گالی دے تو آپ اس کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے پیر (حضرت مسیح موعودؑ) کے متعلق گالیاں سن کر صبر کریں۔ اس کی یہ بات سن کر اور اس کے غضب کو دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ اس وقت مسکرا کر خاموش ہو رہے۔ تو جوش ایک طبعی تقاضا ہے۔ جو ایک حد تک جائز ہوتا ہے۔ لیکن میں نے اخباروں کو روکے رکھا۔ اس وجہ سے غیر مبائعین کی درشت کلامی بڑھتی گئی۔ اور اب انہیں ڈر پیدا ہؤا ہے کہ اگر ادھر سے بھی جواب دیا گیا تو مشکل پڑ جائے گی۔ اس وجہ سے انہیں سختی کو ترک کرنے کا خیال پیدا ہؤا ہے۔ مگر یہ ایسا ہی خیال ہے جیسا کہ کسی کو تھپڑ مار کر کہا جائے کہ اب صلح کرلو۔ اس طرح صلح نہیں ہو سکتی۔ صلح اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ یا تو جو لینا ہو لے لیا جائے اور جو دینا ہو دیدیا جائے۔ کیونکہ یہ مخالف کی مخالف سے صلح ہے۔ بھائی بھائی کی صلح نہیں اور یا پھر وہ زہر جو پھیلایا گیا ہو اس کا ازالہ کر دیا جاوے۔ لیکن خیر ہم اس شرط کو مان لیتے ہیں کہ ایک دوسرے کے متعلق سخت الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔

مگر اس کے ساتھ دوسری بات وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لی جایا کرے۔ لیکن اس شرط کے مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ گویا ہم اپنے ہاتھ آپ کاٹ دیں۔ ہمارا اختلاف کسی جدّی وراثت کے متعلق نہیں ہے کہ فلاں نے زیادہ مال لے لیا اور فلاں نے کم بلکہ ہمارا اختلاف دین کے متعلق ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْــٴًـا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (النور: ۵۶) ہم تو قرآن کریم کے اس ارشاد کے ماتحت اختلاف کرتے ہیں کہ جو ایسے خلیفہ کو نہیں مانتا وہ فاسق ہے۔ اب ایک طرف تو ہم کہیں کہ جو خلیفہ کو نہیں مانتا وہ فاسق ہے۔ اور دوسری طرف اعلان کریں

اور حکم دیں کہ ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو یہ نہیں ہو سکتا۔ غیر مبائعین کی اس بات کو تسلیم کر لینے کے تو یہ معنی ہوئے کہ ہماری خلافت اس آیت کے ماتحت نہیں۔ کیونکہ اگر اس کے ماتحت ہو تو پھر اس کے منکروں کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دینے کے کیا معنی۔ ایسی صلح ہم کبھی نہیں کر سکتے۔ ہم نے مذہب کے معاملہ میں ساری دنیا کی پرواہ نہیں کی۔ تو ان چند لوگوں کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ انہوں نے ہمارا آج تک کیا بگاڑا ہے کہ آئندہ بگاڑ لینگے۔ ہم نے مجبوری کے وقت مثلاً ان کی مسجد میں کوئی شخص بیٹھا ہو۔ اور نماز کھڑی ہو جاوے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام نہیں کہتے۔ لیکن ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دینا بالکل مختلف ہے مجبوری سے کسی کام کا کرنا اور معنی رکھتا ہے۔ اور بلا مجبوری اس کا کرنا اور معنی رکھتا ہے۔

تیسری بات وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ایک فریق کے آدمی دوسرے فریق کو چندہ دیں۔ کہتے ہیں کسی عورت سے جو غریب تھی پوچھا گیا کہ فلاں شادی پر تو نے کیا نیوتا دیا ہے۔ اس نے کہا ایک روپیہ دیا تھا۔ اور اس کی بھاوجہ جو امیر تھی اس نے بیس روپے۔ وہ کہنے لگی میں اور میری بھاوجہ نے اکیس روپے دیئے ہیں۔ اب غیر مبائعین ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کے فضل سے ہماری جماعت تو کئی لاکھ کی ہے۔ اور وہ چند سو سے زیادہ نہیں اس لئے دینے کا یہ مطلب ہؤا کہ وہ کئی ہزار روپیہ ہمارے آدمیوں سے لے جائیں۔ اور سو ڈیڑھ سو روپیہ ہم ان سے لے لیں۔ کون عقل مند ہے جو ایسی شرط منظور کر سکتا ہے۔

چوتھی بات وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے جلسوں میں شامل ہؤا کریں یہ بھی ایسی ہی بات ہے۔ جس میں انہیں کا فائدہ ہے۔ مثلاً امرتسر میں ہمارا جلسہ ہو تو وہاں ان کے چار پانچ آدمی ہیں وہ آجائیں گے۔ لیکن اگر ہم نے حکم دیا تو ان کے جلسہ پر سَو سے بھی زیادہ ہمارے آدمی چلے جائیں گے۔ اور اس طرح انہیں یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ ہمارا جلسہ بڑا کامیاب ہؤا۔ پس گو ہم نے کسی کو اس سے منع نہیں کیا کہ وہ ان کے جلسوں پر جاوے۔ سوائے اس کے کہ اس کا جانا اس کے لئے یا دوسروں کے لئے فتنہ کا موجب ہو۔ مگر ہم اس طرح کا حکم کس طرح دے سکتے ہیں اس میں تو صریح انہی کا فائدہ ہے نہ ہمارا۔

پانچویں بات وہ یہ کہتے ہیں کہ اختلافی مسائل پر صرف میں اور مولوی محمد علی صاحب لکھیں اور کوئی نہ لکھے۔ اس میں انہیں یہ بات مدّ نظر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب تو ہوئے ایک انجمن

کے پریزیڈنٹ جس کا سب انتظامی کام دوسرے لوگوں کے سپرد ہے۔ پھر ان کے کام ہی کون سے ہیں۔ چند سو آدمیوں سے تعلقات ہیں۔ لیکن ہماری لاکھوں کی جماعت ہے۔ بعض دن تو میرے کئی کئی گھنٹے خطوط پڑھنے اور ان کے جواب لکھانے ہی میں صرف ہو جاتے ہیں۔ پھر مجھے خود نماز پڑھانی ہوتی ہے لیکن مولوی محمد علی صاحب تو گھر پر ہی نماز پڑھ لینے میں کچھ حرج نہیں محسوس کرتے پھر یہاں کے بہت سے کام میرے مشورہ سے ہوتے ہیں اسی طرح جماعت کی ترقی کے لئے غور کرنے اور اس کے لئے دعا کرنے پر بہت سا وقت صرف ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے وقت ہی نہیں مل سکتا کہ ان کی ہر ایک بات کا خود جواب لکھتا رہوں۔ اس لئے اس شرط کا یہ مطلب ہؤا کہ وہ لکھتے رہیں اور ہماری طرف سے کوئی جواب نہ شائع ہو۔ غرض یہ شرطیں عجیب رنگ رکھتی ہیں۔ مگر جیسا کہ کسی نے کہا ہے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

ہم ان کی باتوں میں آنے والے نہیں ہیں۔ ہمارا اور ان کا اختلاف کوئی معمولی اختلاف نہیں۔ بلکہ بہت بڑا اختلاف ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہؓ کے اختلاف سے سینکڑوں گنے زیادہ ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب معاویہؓ نے خط لکھا کہ میں آپ کی زیارت کے لئے آنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ زیارت اسی طرح ہو سکتی ہے کہ یا میں تمہارے پاس آؤں یا تم میرے پاس آؤ اگر میں آیا تو لشکر سمیت آؤں گا۔ اور اگر تم آئے تو تلوار تمہارا مقابلہ کرے گی۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس اختلاف کو مذہبی اختلاف سمجھتے تھے اور معاویہؓ کو اس کا بانی اور ان کے ساتھ صلح کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ پس ہم کو تو ان سے زیادہ اختلاف ہے۔ اور معاویہؓ سے زیادہ انہوں نے امت اسلامیہ میں شقاق پیدا کیا ہے۔ پس جب تک اس شقاق کو یہ لوگ دور نہ کریں ان سے صلح ہم کس طرح کر سکتے ہیں۔ یہ ایک مسلّمہ قاعدہ ہے کہ غیروں کے ساتھ صلح ہو سکتی ہے۔ لیکن ان اپنوں سے جو معاند ہوں اور مفسد ہوں اس وقت تک صلح نہیں ہو سکتی جب تک وہ فساد نہ ترک کریں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر اپنے جوش نکالیں اور منصوبے پکائیں۔ لیکن چونکہ اس قسم کے تجربے ہم سے پہلے لوگ کر کے نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اس لئے ہم تجربہ کرنا نہیں چاہتے۔ بے شک ہمیں یہ منظور ہے کہ سخت کلامی نہ ہو کیونکہ سخت کلامی شرفاء کا کام نہیں اور

اگر وہ اس سے باز آجائیں۔ تو گو ہم نے پہلے ہی روکا ہؤا ہے اب اور بھی تاکید کر دیں گے۔ لیکن اس کے سوا ان کی شرائط میں اور کوئی بات نہیں جو قابل قبول ہو۔

میں آپ لوگوں کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس دفعہ میں نے بعض مصالح کے لحاظ سے گو شرح صدر نہ تھا انہیں اپنے جلسہ میں بولنے کا موقع دیا ہے۔ اگرچہ ہمارے جلسے تعلیمی ہوتے ہیں۔ اور پھر یہ حضرت مسیح موعودؑ کی مقدس سٹیج ہے۔ اس پر باغیوں کو بولنے کا موقع دینا مناسب نہ تھا۔ مگر اس خیال سے کہ وہ کہتے رہتے ہیں کہ ہماری باتیں سننے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ میں نے کہا آج وہ اس خواہش کو بھی پورا کرلیں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کے حملے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور پوری طرح ہماری جماعت سے ناامید ہو جاویں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو دیکھ لیا ہے

عقائد کس نے بدلے

میں نے بہت دفعہ بڑا غور اور فکر کیا ہے۔ لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ان کا جھگڑا ہی ہم سے کیوں ہے۔ میں نے ایک بات ان میں سے کئی آدمیوں سے پوچھی ہے۔ جس کا مجھے کسی نے جواب نہیں دیا۔ اور وہ یہ ہے کہ تم بتاؤ مولوی محمد علی صاحب کے مضامین میں حضرت مسیح موعودؑ کو نبی لکھا جاتا رہا ہے یا نہیں وہ کہتے ہیں ہاں لکھا جاتا رہا ہے مگر اس سے مراد مجدّدؔ محدّث اور غیر نبی تھی۔ ہم کہتے ہیں اچھا یہی سہی اس کے متعلق بعض دوست اس طرف گئے ہیں کہ ان کی یہ مراد نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بات ان کے مضامین سے ثابت ہے کہ یقیناً ان کی مراد ایسا ہی نبی اور رسول تھی جیسا ہم مانتے ہیں تاہم ہم کہتے ہیں اچھا وہی مراد سہی جو تم لوگ کہتے ہو۔ مگر یہ تو بتلاؤ کہ اب کیوں اسی مراد کو مدّنظر رکھ کر وہ حضرت مسیح موعودؑ کو نبی نہیں لکھتے۔ یہ بڑی آسان راہ فیصلہ کی ہے۔ اگر اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کو نبی لکھنے میں کوئی حرج نہ تھا تو اب بھی لکھتے رہو اور اس سے مراد مجدد لو۔ پھر جھگڑا ہی کیا ہے اور اختلاف ہی کیسا۔ لیکن چونکہ اب اس لفظ کا لکھنا تم لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے معلوم ہؤا اسے جن معنوں میں تم پہلے استعمال کرتے تھے انہی کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ ایک موٹی بات ہے۔ تمہارا اب حضرت مسیح موعودؑ کو نبی نہ لکھنا بتاتا ہے کہ پہلے اس لفظ سے جو تمہاری مراد ہوتی تھی اس کو تم نے بدل دیا ہے۔ لیکن ہم جیسے پہلے لکھتے تھے اب بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔ دیکھو تشحیذ الاذہان رسالہ جب جاری ہؤا تو میں نے اس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے انٹروڈکشن لکھا۔ جس میں پہلے انبیاءؑ اور ان کے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے لکھا

کہ اب دیکھنا چاہئے کہ اس زمانہ میں کسی نبی کی ضرورت ہے یا نہیں اور پھر زمانہ کی موجودہ خطرناک حالت ثابت کر کے بتایا کہ اس وقت پہلے کی نسبت بھی زیادہ ضرورت ہے۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ اس زمانہ میں خدا کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ یہ مضمون ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں شائع ہؤا۔ اور حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول نے اسے پڑھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور خواجہ صاحب اور محمد علی صاحب کو کہا کہ اس مضمون کو ضرور پڑھو۔ پھر مولوی محمد علی صاحب نے رسالہ تشحیذ الاذہان کا ریویو کرتے ہوئے اسی مضمون کے متعلق لکھا

"اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدسؑ کے صاحبزادہ ہیں اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہؤا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھے گی۔ مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں۔ جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جب دنیا میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ کو چھوڑ کر معاصی میں بکثرت مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور مردار دنیا پر گدوں کی طرح گر جاتے ہیں۔ اور آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں تو ایسے وقت میں ہمیشہ سے خدا تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ انہی لوگوں میں سے ایک نبی کو مأمور کرتا ہے کہ وہ دنیا میں سچی تعلیم پھیلائے۔ اور لوگوں کو خدا کی حقیقی راہ دکھائے۔ پر جو لوگ معاصی میں بالکل اندھے ہوئے ہوتے ہیں وہ دنیا کے نشہ میں مخمور ہونے کی وجہ سے یا تو نبی کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور یا اسے دکھ دیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھیوں کو ایذائیں پہنچاتے ہیں۔ اور اس سلسلہ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لئے انسانی کوششوں سے ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ نبی اس حالت میں اپنے مخالفین کو پیش از وقت اطلاع دے دیتا ہے کہ آخرکار وہی مغلوب ہوں گے۔ اور بعض کو ہلاک کر کے خدا دوسروں کو راہ راست پر لے آوے گا- سو ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ جو ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ ایسا ہی اس وقت میں ہؤا"

اس کے بعد مضمون میں سے کچھ عبارت نقل کر کے لکھا کہ "میں نے اس مضمون کو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ خصوصاً اس وجہ سے نہیں ٹھہرایا کہ ان دلائل کو کوئی مخالف توڑ نہیں سکتا۔ یہ دلائل پہلے بھی کئی دفعہ پیش ہو چکے ہیں۔ مگر اس دلیل میں سے جو دلیل میں سلسلہ کی

صداقت پر گواہ کے طور پر اس وقت کُل مخالفین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اس مضمون کا آخری حصہ ہے جس کو میں نے صاحبزادہ کے اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے۔ اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال ان کے دلوں میں ہو گا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اسی موقع پر نہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہر موقع پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی میر محمد اسحاق کے نکاح کی تقریب پر چند اشعار انہوں نے لکھے تو ان میں یہی دعا ہے کہ اے خدا تو ان دونوں اور ان کی اولاد کو خادم دین بنا۔ برخوردار عبدالحی کی آمین کی تقریب پر اشعار لکھے۔ تو ان میں یہی دعا بار بار کی ہے کہ اسے قرآن کا سچا خادم بنا۔ ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دل میں اس جوش اور ان امنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں۔ کیونکہ یہ زمانہ سب سے بڑھ کر کھیل کود کا زمانہ ہے۔ اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افتراء ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے پس اس کا اثر تو چاہئے تھا کہ گندہ ہوتا۔ نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی"۔ (ریویو مارچ ۱۹۰۶ء جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸)

یہ ریویو مولوی محمد علی صاحب نے اپنی قلم سے لکھا۔ عجیب بات ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں مولوی محمد حسین صاحب نے ریویو لکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ اسی طرح میرے مقابلہ میں مولوی محمد علی صاب نے میرے اس مضمون پر ریویو لکھ کر جس میں مسیح موعودؑ کو نبی لکھا گیا تھا اپنے ہاتھ کاٹ لئے ہیں۔ پھر جب حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد میں نے "صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے مولوی محمد علی صاحب کو کہا کہ مولوی صاحب مسیح موعودؑ کی وفات پر مخالفین نے جو اعتراض کئے ہیں ان کے جواب میں تم نے بھی لکھا ہے اور میں نے بھی۔ مگر میاں ہم دونوں سے بڑھ گیا ہے۔ پھر یہی کتاب حضرت مولوی صاحب نے بذریعہ رجسٹری، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھیجی۔ وہ کیوں؟ محمد حسین صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب کی اولاد اچھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ کتاب بھیج کر حضرت مولوی صاحب نے ان کو

لکھوایا کہ حضرت مرزا صاحب کی اولاد میں سے ایک نے تو یہ کتاب لکھی ہے۔ جو میں تمہاری طرف بھیجتا ہوں۔ تمہاری اولاد میں سے کسی نے کوئی کتاب لکھی ہو تو مجھے بھیج دو۔

اس کتاب میں حضرت مسیح موعودؑ کو نبی لکھا گیا ہے۔ تو ہم پہلے بھی حضرت مسیح موعودؑ کو نبی لکھتے تھے اور اب بھی لکھتے ہیں۔ مگر وہ لوگ پہلے نبی لکھتے تھے اور اب نہیں لکھتے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ہم نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ لیکن ان لوگوں نے اپنے طریق عمل میں تبدیلی کرلی ہے

خدا تعالیٰ کی تائید کس کے ساتھ ہے

اس کے سوا ہم کہتے ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو سلسلے ہوتے ہیں۔ ان کے لئے کچھ ایسے امور بھی ہوتے ہیں جن سے وہ قائم رہتے اور دن بدن ترقی کرتے ہیں۔ اب اگر غیر مبائعین حضرت مرزا صاحب کے سچے قائم مقام ہیں تو اللہ تعالیٰ کی وہ تائید جو حضرت مسیح موعودؑ کو میسر تھی ان کے ساتھ ہونی چاہئے۔ اور اگر ہم ہیں تو ہمارے ساتھ ہونی چاہئے۔ ان کی طرف سے اپنی کامیابی بتانے کے لئے اگر کچھ کہا جاتا ہے تو وہ یہ کہ فلاں غیر احمدی نے ہمیں اتنا روپیہ دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو کون غیر احمدی روپے دیا کرتا تھا۔ کیا خدا تعالیٰ نے آپ کی کبھی تائید کی یا نہیں۔ اگر کی تو کیا اس طرح کہ نواب حیدر آباد نے یا بیگم بھوپال نے آپ کا ماہانہ مقرر کر دیا۔ یا کسی سرحدی نواب نے آپ کو کوئی رقم دے دی۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ایسا ہوا تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید تھی اس طرح ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن اگر اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی تائید نہیں ہوئی تو اب تمہیں بھی اسے اپنی تائید میں پیش کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اب کوئی نیا امام نہیں آیا کوئی نئی جماعت قائم نہیں ہوئی۔ اس لئے اسی طرح جماعت کی تائید ہونی چاہئے جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہوئی اور وہ یہی تھی کہ آپ ایک تھے مگر خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ہزاروں لاکھوں انسان کر دیئے۔ اب دیکھئے کہ خود حضرت مسیح موعودؑ اسے خدا تعالیٰ کی تائید کہتے ہیں یا نہیں۔ اور پھر قرآن کریم میں یہ لکھا ہے یا نہیں کہ جن کی مخالفت ہو اور عالمگیر مخالفت ہو ان کا ترقی کرنا اور اپنے دشمنوں پر غالب آنا ان کے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔ اور کیا اس دلیل کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی صداقت میں پیش کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے اور ضرور کیا ہے تو اس سے اب بھی ہماری صداقت معلوم ہو سکتی ہے۔ ہمارے متعلق یہ نہیں کہا

جا سکتا کہ جس طرح بابیوں کی ترقی ہوئی اسی طرح ہماری ہو رہی ہے۔ کیونکہ ان کی کوئی مخالفت نہیں کرتا۔ مگر ہماری مخالفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ مگر باوجود اس کے ہماری جماعت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور ان کی نسبت جو ہمارے مقابلہ میں اپنے آپ کو حق پر اور حضرت مسیح موعودؑ کی اصلی تعلیم پر سمجھتے ہیں ہماری ترقی بہت زیادہ ہو رہی ہے۔ اور ایسی صورت میں ہو رہی ہے کہ وہ تو غیروں کو مسلمان کہتے ہیں اور ہم کافر قرار دیتے ہیں وہ ہمیں جاہل' اجڈ' بے دین' خدائی سلسلہ کو تباہ کرنے والے' خدا اور رسول کے دشمن بلکہ اپنی جانوں کے دشمن' عقل سے کورے' اسلام میں سب سے بڑا تفرقہ ڈالنے والے قرار دیتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ ساری دنیا ہماری مخالف ہے اور باوجود اس کے کہ وہ جو اپنے آپ کو ستون سمجھتے تھے نکل گئے ہیں اور ان کے خیال میں باقی چھڑیاں رہ گئی ہیں۔ یہی چھڑیاں سارا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں یا نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی تائید ہے یا کہ کسی نواب یا راجہ سے چند سو روپیہ مل جانا خدائی تائید ہے۔

خدا سے فیصلہ کرالیں

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کی اس طرح تائید کرتا تھا کہ آپ پر نئے نئے علوم اور معارف کُھلتے تھے۔ اور آپ کے بعد حضرت خلیفہ اول کو بھی خدا تعالیٰ کی یہ تائید حاصل تھی۔ اب میں فخر کے طور پر نہیں بلکہ اس عہدہ اور منصب کے احترام کے لئے جس پر خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی یہ تائید میرے ساتھ ہے۔ اسی وجہ سے میں نے مولوی محمد علی صاحب کو چیلنج دیا تھا کہ آئیں بالمقابل بیٹھ کر قرآنِ کریم کی کسی آیت یا رکوع کی تفسیر لکھیں۔ اور دیکھیں کہ وہ کون ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ معارف اور حقائق کے دریا بہاتا ہے۔ اور کون ہے جس کو خدا تعالیٰ علوم کا سمندر عطا کرتا ہے۔ میں تو ان کے نزدیک جاہل ہوں' کم علم ہوں' بچہ ہوں۔ خوشامدیوں میں گھرا ہؤا ہوں' ناتجربہ کار ہوں۔ پھر مجھ سے ان کا مقابلہ کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ وہ کیوں مرد میدان بن کر خدا تعالیٰ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ نہیں کر لیتے۔ اور کیوں گیدڑوں اور لومڑیوں کی طرح چھپ چھپ کر حملے کرتے ہیں۔ پھر کیوں خدا پر فیصلہ نہیں چھوڑتے اور خدا سے یہ دعا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے کہ جو جھوٹا ہے اسے تباہ کر۔ انسانی فیصلوں اور آراء کو جانے دو اور خدا کے سامنے آؤ تاکہ اس سے دعا کی جائے کہ جو جھوٹا ہے وہ ہلاک ہو جائے۔ اور جو سچا ہے وہ بچ جائے۔ کیا خدا تعالیٰ کا فیصلہ جھوٹا ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں تو

پھر کیوں خدا سے فیصلہ نہیں کرالیا جاتا۔ اور کیوں اس طرح تفرقہ نہیں مٹا دیا جاتا۔

تفرقہ کے مٹانے کے طریق

یہ طریق ہیں جن سے تفرقہ مٹ سکتا ہے۔ اول خدا تعالیٰ کی تائید دیکھو کس کے ساتھ ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ان کی طرف سے اسی جگہ کہا گیا تھا کہ ہم تو جاتے ہیں۔ لیکن چند ہی دنوں تک اس مدرسہ میں عیسائیوں کے بچے پھرتے نظر آئیں گے۔ اب جب کہ پانچ سال گزر گئے ہیں۔ بتاؤ اس مقام پر مسلمانوں کا قبضہ ہے یا عیسائیوں کا۔ اور بتاؤ اس مسجد کے صحن میں حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں کتنے لوگ بیٹھتے تھے اور آج کتنے بیٹھے ہیں۔ کیا یہ تائید الٰہی ہے یا نہیں۔ ہم ان کے جاہل' کم عقل وغیرہ کہنے سے چڑتے نہیں۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہی تو معجزہ ہے اور یہی ہماری صداقت کی دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو مخالف کہتے کہ جاہل ہیں' کچھ جانتے نہیں۔ آپ فرماتے یہی تو معجزہ ہے کہ میں اس حالت میں ایسی عربی لکھتا ہوں کہ کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا عالم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو ان لوگوں کے مجھے بچہ کہنے پر تم چڑو نہیں۔ بلکہ کہو کہ یہی تو معجزہ ہے۔ اگر وہ میرے متعلق یہ کہتے کہ بڑا تجربہ کار ہے۔ فریبی ہے' مکار ہے' تو ہو سکتا تھا کہ کہہ دیتے کہ اسی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ لیکن اب تو وہ یہ کہہ کر کہ ناتجربہ کار' کم عقل اور بچہ ہے۔ اپنے ہاتھ آپ کاٹ چکے ہیں۔ جو ہمیں کامیابی ہو رہی ہے وہ کسی ہماری کوشش اور ہمت کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے ہو رہی ہے۔ اور وہ بتا رہا ہے کہ جن کو تم کچھ نہیں سمجھتے۔ ان سے خدا اس طرح سے کام لیا کرتا ہے۔ تو ان لوگوں نے مجھے بچہ اور جاہل قرار دے کر اپنی ناکامی اور نامرادی پر خود دستخط کر دیئے۔ کیونکہ یہ کہہ کر انہوں نے تسلیم کر لیا کہ اس کے ذریعہ جو ترقی ہو رہی ہے۔ وہ اس کی کوشش سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ پس جب ہماری ترقی خدا کی طرف سے ہے تو کون ہے جو اسے روک سکے۔

انتقام لینے کا زمانہ

اب زمانہ بدل گیا ہے۔ دیکھو پہلے جو مسیحؑ آیا تھا۔ اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا۔ مگر اب مسیحؑ اس لئے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے۔ اسی طرح پہلے جو آدم آیا وہ جنت سے نکلا تھا۔ مگر اب جو آدم آیا وہ اس لئے آیا کہ لوگوں کو جنت میں داخل کرے۔ اسی طرح پہلے یوسف کو قید میں ڈالا گیا تھا۔ مگر دوسرا یوسف قید سے نکالنے کے لئے آیا ہے پہلے خلفاءؓ میں سے بعض جیسے عثمان رضی اللہ عنہ اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دُکھ دیا گیا۔ مگر میں امید کرتا ہوں کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ اس کا بھی ازالہ کرے گا۔ اور ان کے خلفاء کے دشمن ناکام رہیں گے۔ کیونکہ یہ وقت بدلہ لینے کا ہے۔ اور خدا چاہتا ہے کہ اس کے پہلے بندے جن کو نقصان پہنچایا گیا ان کے بدلے لئے جائیں۔ میں مأموریت یا مجددیت کا مدعی نہیں ہوں۔ اور نہ خاص الہام پا کر کھڑا ہوں۔ میں تو اس خلافت کا مدعی ہوں جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۵٦) پس میں اپنے الہام پر کھڑے ہونے کا دعویدار نہیں۔ بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام پر کھڑا ہونے کا مدعی ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے یوسف قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں مجھے یہ نام دینے کی کیا ضرورت تھی۔ یہی کہ پہلے یوسف کی جو ہتک کی گئی ہے اس کا میرے ذریعہ ازالہ کرایا جاوے۔ پس وہ تو ایسا یوسف تھا جسے بھائیوں نے گھر سے نکالا تھا۔ مگر یہ ایسا یوسف ہے جو اپنے دشمن بھائیوں کو گھر سے نکال دے گا۔ اس یوسف کو تو بھائیوں نے کنعان سے نکالا تھا۔ مگر اس یوسف نے اپنے دشمن بھائیوں کو قادیان سے نکال دیا۔ ہم نے اس یوسف کا بدلہ لے لیا ہے اور اس یوسف کی ہتک کا ازالہ کر دیا ہے۔ پس میرا مقابلہ آسان نہیں نہ اس لئے کہ میں کسی بات کا دعویدار ہوں۔ میں تو جانتا ہوں کہ میں جاہل ہوں۔ کوئی ڈگری حاصل نہیں کی اور نہ کوئی سند لی نہ انگریزی مدارس کا ڈگری یافتہ ہوں اور نہ عربی مدارس کا سند یافتہ ہوں۔ قرآن اور بخاری اور چند کتب خلیفہ اول نے پڑھائی تھیں۔ اور دروس النحویہ کے حصے مولوی سید سرور شاہ صاحب سے پڑھے تھے۔ اس کے سوا اور کسی جگہ عربی نہیں پڑھی۔ مگر کسی علم کے جاننے والے سے بھی جب کوئی دینی گفتگو ہوئی ہے تو خدا نے مجھے کامیاب کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ مگر جس مقام پر خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے خدا تعالیٰ کو اس کی عزت منظور ہے۔ اور چونکہ میں اسی کو منواتا ہوں اس لئے وہ میری تائید کرتا ہے۔ اب اگر مجھے اس منصب اور مقام کی عزت کا خیال نہ ہوتا تو اپنی ہتک اسی طرح برداشت کر لیتا جس طرح اس منصب پر کھڑا ہونے سے پہلے کر لیا کرتا تھا۔ اس وقت میری ذات پر اعتراض کئے جاتے۔ میرے خلاف کوششیں کی جاتیں۔ لیکن میں نے کبھی ان کے ازالہ کی کوشش نہ کی۔ کلام محمود میں کئی شعر واقعات کے متعلق ہیں۔ چنانچہ جب ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول کو بڑے منصوبے بنا کر ان لوگوں نے مجھ سے ناراض کرانا چاہا تو اس سے مجھے بہت

صدمہ ہؤا۔ اور رات کو کچھ شعر کہے۔ جن میں سے دو تین یہ ہیں۔

میرے دل پر رنج و غم کا بار ہے ہاں خبر لیجئے کہ حالت زار ہے۔
میرے دشمن کیوں ہوئے جاتے ہیں لوگ مجھ سے پہنچا ان کو کیا آزار ہے
میری غمخواری سے ہیں سب بے خبر جو ہے میرے درپئے آزار ہے
فکر دیں میں گھل گیا ہے میرا جسم دل مرا اک کوہ آتش بار ہے
کیا ڈراتے ہیں مجھے خنجر سے وہ جن کے سر پر کھنچ رہی تلوار ہے

تو اس وقت مجھ سے جو کچھ کہا جاتا تھا اس کو میں مخفی رکھتا تھا۔ نہ کبھی میں نے اس سے اپنے کسی بھائی کو اور نہ کسی اور کو آگاہ کیا۔ لیکن اب ایسا نہیں ہو سکتا اب بات میری ذات تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا اثر اس منصب تک پہنچتا ہے جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے اس لئے میں خاموش نہیں رہ سکتا اور علی الاعلان اپنے مقابلہ پر بلاتا ہوں۔ میرے متعلق کہا جاتا ہے کہ میں نے خلافت دھوکا اور فریب سے لے لی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ شاہد ہے مجھے اس منصب کے پانے کا خیال بھی نہ تھا۔ حضرت خلیفہ اول کی بیماری کے ایام میں جب میں نے دیکھا کہ آپ کی حالت نازک ہے اور میری نسبت بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خلافت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو میں نے انہیں کہا کہ تم جس کو خلیفہ منتخب کرو میں اس کی بیعت کرلوں گا اور جو میرے ساتھ ہیں وہ بھی اس کی بیعت کرلیں گے۔ لیکن کسی قسم کا اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ پھر جب حضرت مولوی صاحب کے فوت ہو جانے پر نواب صاحب کی کوٹھی میں مشورہ کے لئے جمع ہوئے۔ تو اس وقت بھی میں نے یہی کہا۔ لیکن اس وقت بھی انہوں نے نہ مانا۔ پھر میں تو ان دنوں یہاں سے کہیں باہر چلا جانا چاہتا تھا۔ اور میں نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ میں چلا جاؤں لیکن دوسرے دن حضرت مولوی صاحب کی وفات ہو گئی اس لئے نہ جا سکا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ میں نے خلافت کے لئے کوئی منصوبہ کیا' غلط کہتے ہیں۔ میں تو ہرچند اس بوجھ کو ہٹانا چاہتا تھا مگر خدا تعالیٰ کی مصلحت تھی کہ چونکہ خدا تعالیٰ شرک کو مٹانا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے سب سے کمزور انسان کو اس کام کے لئے چنا۔ پس اس نے مجھے اس منصب پر اس لئے کھڑا نہیں کیا کہ میں سب سے نیک' بڑا عارف اور خدا کا زیادہ مقرب تھا۔ بلکہ اس لئے چنا کہ دنیا مجھے حقیر' جاہل' عقل سے کورا' فسادی' فریبی سمجھتی تھی۔ خدا نے چاہا کہ وہ لوگ جو مجھے ایسا سمجھتے ہیں ان کو بتائے کہ یہ سلسلہ ان لوگوں پر نہیں کھڑا ہؤا۔ جو اپنے آپ کو بڑے بڑے

ستون سمجھتے ہیں بلکہ میرے ذریعہ کھڑا ہے۔ اور میں اسے اس پر کھڑا کر سکتا ہوں جس کو تم تاگا سمجھتے ہو۔ پس چونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے توحید کے دکھلانے اور شرک کے مٹانے کے لئے کھڑا کیا ہے۔ اس لئے یہاں میرے علم' میری قابلیت کا سوال نہیں بلکہ خدا کے فضل کا سوال ہے کہ وہ کس کے ساتھ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جو علم دیا گیا اس کا جب مخالفین مقابلہ نہ کر سکے تو انہوں نے کہدیا کہ مرزا صاحب نے عرب چھپا کر رکھا ہؤا ہے اس سے عربی لکھواتے ہیں۔ پھر کہتے کہ مولوی نور الدین صاحب عربی لکھ کر دیتے ہیں حالانکہ حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو عربی کیا لکھ کر دینی تھی۔ جب آپ فوت ہو گئے تو اس کے بعد مولوی صاحب نے اردو میں بھی کوئی کتاب نہ لکھی۔ پھر کچھ ایسے لوگ تھے جو کہتے تھے کہ یہ سلسلہ مرزا صاحب پر چل رہا ہے۔ کیونکہ یہ بڑے ساحر اور ہوشیار ہیں۔ لیکن جب آپ کو خدا نے وفات دی اس سال سالانہ جلسہ پر سات سو آدمی آئے تھے اور بڑی خوشی کا اظہار کیا گیا تھا۔ مگر آپ کی وفات کے بعد ترقی کی طرف جماعت کا قدم بڑھتا ہی گیا۔ اور چھ سال کے بعد جو جلسہ ہؤا۔ اس میں ۲۳ سو کے قریب آدمی آئے۔ پھر اس وقت یہ کہا گیا کہ اصل بات مولوی نور الدین صاحب ہی کی تھی۔ یہ مشہور طبیب ہے اور بڑا عالم اس لئے لوگ اس کے پاس آتے ہیں اس کی وفات کے بعد یہ سلسلہ مٹ جاوے گا۔ یہ تو مولوی وغیرہ کہتے۔ اور جو نئے تعلیم یافتہ تھے وہ یہ خیال کرتے کہ کچھ انگریزی خواں ہیں ان پر یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ جب لوگوں میں اس قسم کے خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے تو خدا نے نہ چاہا کہ اس کے سلسلہ کے قیام میں کسی انسان کا کام شامل ہو اس لئے ادھر تو اس نے حضرت مولوی نور الدین جیسا جلیل القدر انسان وفات دیکر جدا کرایا اور ادھر وہ لوگ جو اس سلسلہ کے رکن سمجھے جاتے تھے ان کو توڑ کر الگ کر دیا۔ اور اس کے بعد جو جلسہ ہؤا اس پر خدا نے دکھا دیا کہ اس کی ترقی میں کسی انسان کا ہاتھ نہیں۔ چنانچہ اس سال تین ہزار کے قریب لوگ آئے اور کئی سو نے بیعت کی۔ تو ان سب کو الگ کر کے خدا تعالیٰ نے مجھ جیسے کمزور کے ذریعہ اپنے سلسلہ کو ترقی دے کر بتایا کہ اس میں کسی انسان کا دخل نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا ہی کے فضل سے ہو رہا ہے۔ ہاں ہر ایک کے ایمان کے مطابق اس سے سلوک کیا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول سے ان کے ایمان کے مطابق سلوک کیا اور ان کے مدارج کو بلند کیا۔ اور ان لوگوں سے ان کے ایمان کے مطابق سلوک کیا اور جماعت سے علیحدہ کر دیا۔ ہم خدا کے ہاتھ

میں ہتھیار کی طرح ہیں۔ اور تلوار خواہ اچھی ہو یا بری۔ جب اچھے چلانے والے کے ہاتھ میں آجائے تو اچھا ہی کام کرتی ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے صرف مجھے دیکھا انہوں نے غلطی کی۔ انہیں چاہئے تھا کہ یہ دیکھتے کہ میں کس کے ہاتھ میں ہوں۔ غرض ان لوگوں سے فیصلہ مشکل نہیں۔ وہ آئیں اور انہیں معیاروں سے فیصلہ کرلیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مخالفین سے فیصلہ کرنا چاہا۔ یہی ہماری اور ان کی صلح ہے اور اسی طرح امن قائم ہو سکتا ہے۔

اب میں چند اور باتیں مختصر طور پر آپ لوگوں کی توجہ کے لئے بیان کرتا ہوں۔ اول یہ ہے کہ ہمارے لئے خدا تعالیٰ نے تبلیغ کے بعض نئے راستے کھولے ہیں۔ پانچ سال جو جنگ رہی ہے اس کی وجہ سے تبلیغ کے راستے بند تھے۔ لیکن اس کے خاتمہ کے ساتھ ہی دنیا میں عظیم الشان تغیر واقع ہو گیا ہے۔ اور لوگوں کی توجہ دنیا سے ہٹ کر خدا کی طرف ہو رہی ہے۔ اس وقت لوگوں کے دل گرم ہیں۔ اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ گرم لوہے پر چوٹ اچھا نشان پیدا کرتی ہے۔ آج سے کچھ سال بعد مائیں اپنے مرنے والے بچوں کو بھول جائینگی۔ بیویاں اپنے علیحدہ ہو جانے والے خاوندوں کو فراموش کر دیں گی۔ بیٹے اپنے مرنے والے باپوں اور باپ اپنے مرنے والے بیٹوں کو یاد سے اتار دیں گے۔ لیکن اس وقت سب کا غم تازہ ہے اور سب کے دل پگھلے ہوئے ہیں۔ اس وقت عورتوں، بچوں اور ماؤں، باپوں کے آنسو نہیں تھمتے۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں نہیں کروڑوں گھر تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ جس سے دنیا کے دل ہل گئے ہیں اور وہ خدا کی باتیں سننے کے لئے پہلے کی نسبت بہت زیادہ تیار اور آمادہ ہے۔ اب وہ لوگ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے خون کی ندیاں بہتی دیکھی ہیں ان کے دل بہت نرم ہو چکے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے گھر بیٹھے ہوئے کہدیں کہ جنگ کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو کہدیں لیکن فرانس کی جنگ سے واپس آیا ہؤا یہ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ وہ سب نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہے۔ چنانچہ کئی شخص جو جنگ سے واپس آئے انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! جنگ میں ہم نے وہی نقشہ دیکھا جو حضرت مرزا صاحب نے الفاظ میں کھینچا ہے۔ جنگ کے ایام میں فرانس سے ایک دوست نے لکھا تھا کہ اس وقت ہم جس مقام پر ہیں اس کی ایک طرف تو خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں اور دوسری طرف چنار کے درخت ہیں جن کا رنگ بھی خون کی طرح ہی ہے۔ اسی خط کے ساتھ انہوں نے چنار کا ایک پتا بھی بھیجا تھا جس کا

رنگ نہایت گہرا سرخ تھا اور جمے ہوئے خون کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسر میں بیٹھے ہوئے کہتے ہیں کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو کہتے رہیں۔ ہمارا کام ان کو منوانا اور ہدایت دینا نہیں۔ وہ تو کھڑے ہی اس غرض سے کئے گئے ہیں کہ احمدی جماعت کو بیدار کریں۔ لوگ کہتے ہیں وہ شوخی میں بہت بڑھ گئے ہیں ان کو عذاب کیوں نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ان کو عذاب آجائے تو کئی لوگ آرام کی نیند سو کر اپنے کام سے غافل ہو جائیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر غفلت طاری ہو اس لئے اس نے ہوشیار کرنے کے لئے ان کو کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور اگر وہ اور ان کے ساتھی بیٹھ گئے تو پھر ان کی جگہ اور لوگ کھڑے کر دیئے جاویں گے۔ میرے خیال میں اگر ہمارے مخالفین میں اس قسم کے لوگ نہ ہوتے تو گزشتہ چھ سال میں کئی ایک لوگ ان کے ساتھ مل جاتے۔ کیونکہ وہ لوگ جو اب ہم سے بالکل الگ ہو گئے ہیں وہ ہر وقت اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ غیر احمدیوں کی آپس میں اچھی تصویریں بنا کر جماعت کے لوگوں کو ان کی طرف کھینچ کر لے جائیں۔ لیکن جب وہ مولوی ثناء اللہ جیسے لوگوں کو دیکھتے تو ان کی طرف مونہہ کرنا بھی پسند نہ کرتے۔ پس کسی کے دل میں یہ خیال کیوں آتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ مرے نہیں۔ خدا تعالیٰ اس وقت تک ان کو مہلت دے گا جب تک ان کا کوئی اور قائمقام کھڑا نہ ہو جائے۔ اور جب تک ان کے ساتھیوں کے دلوں پر انہیں کے ادعاء کے مطابق لمبی عمر پانے کا مفہوم خوب اچھی طرح نقش نہ ہو جائے۔ اگر کوئی چاہے کہ مولوی ثناء اللہ ہلاک ہو جاویں تاکہ آرام مل جائے تو یہ درست نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ ان کو ہلاک کرنا چاہتا تو ان کے ہاتھوں سے وہ تحریریں نہ لکھواتا جو ۱۹۰۷ و ۱۹۰۸ء کے اہلحدیث (رسالہ) میں وہ لکھ چکے ہیں۔ خدا ہمیں ست بیٹھنے نہیں دینا چاہتا۔ کیونکہ اس وقت ہمارا آرام کرنا ہمارے لئے ایسا ہی نقصان دہ ہے جیسا کہ ایک خطرناک جنگل میں کسی کا آرام حاصل کرنے کے لئے سو رہنا۔ اسے تو جاگنے کی ضرورت ہے نہ کہ سونے کی۔ غرض یہ ہمارے لئے آرام کرنے کا وقت نہیں ہے۔ ہم نے ساری دنیا کو ہدایت کی طرف لانا ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ انسان سیرت لوگوں کو ہی ہم سمجھا سکتے ہیں نہ بہائم سیرت لوگوں کو۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ چند بنئے بیٹھے ہوئے آپس میں کہہ رہے تھے کہ اگر کوئی ایک پاؤ تل کھالے تو اسے پانچ روپیہ انعام دیں گے۔ پاس سے کوئی جاٹ گذرا وہ سن کر کہنے لگا سلے (پنجابی میں تل کے پودے کو کہتے ہیں) سمیت یا یونہی۔ انہوں نے جواب دیا کہ سردار صاحب ہم

آدمیوں کی بات کر رہے ہیں آپ کی نہیں۔

غرض ہم نے سمجھانا ہے مگر آدمیوں کو جو اپنے اندر خوف خدا رکھتے ہیں نہ ان لوگوں کو جو خشیت اللہ سے خالی ہو کر دائرہ اصلاح سے آگے نکل جاتے ہیں۔ اور جن کو سمجھانا ہے ان کے دل اس وقت اس قدر ملے ہوئے ہیں کہ وہ آگے سے بیہودہ باتیں نہ بنائیں گے۔ وہ پگھل چکے ہیں۔ اور جس طرح پگھلے ہوئے سونے چاندی کو جس سانچے میں ڈھالیں ڈھل جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ڈھل جائیں گے۔ فرانس، آسٹریا، روس، میسوپٹامیا، افریقہ، شام وغیرہ کے میدانوں سے لائے ہوئے لوگ تمام کے تمام یا ان کا اکثر حصہ اور ان سے تعلق رکھنے والے بے شمار لوگوں کو ہمیں سمجھانا ہے۔ اور وہ ضرور سمجھیں گے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں جب ان کے سامنے رکھی جائیں گی تو وہ سن کر کانپ اٹھیں گے۔ پس اب ہمارے لئے تبلیغ کے دروازے کھل گئے ہیں۔ بعض لوگ چیخا کرتے تھے کہ ہم پر بہت بوجھ پڑا ہؤا ہے۔ مگر دراصل بوجھ پڑنے کا زمانہ اب آیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت تک ہماری جماعت کے لوگوں کو بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑی ہیں مگر جس دروازہ کے کھلنے کے لئے یہ قربانیاں کی جاتی رہی ہیں وہ اب کھلا ہے۔ اور مکان میں داخل ہونے کا اب وقت آیا ہے۔ پس وہ لوگ جو پہلے کسی ایک ضرب پر گھبرا جاتے تھے سن لیں کہ اب ضرب پر ضرب پڑے گی۔ پہلے سال میں کبھی ایک آدھ بار غیر معمولی چندہ دینا پڑتا تھا۔ لیکن اب اس سال میں متعدد بار غیر معمولی چندہ دینا ہو گا۔ کیونکہ خدا کے دین کے پھیلنے کے اب دن آئے ہیں۔

موجودہ حالات اور ایک اور رؤیا کے ماتحت مجھے تبلیغ کی طرف خاص خیال پیدا ہؤا ہے۔ وہ رؤیا یہ ہے میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کہیں سے تیزی کے ساتھ گھر میں آئے ہیں۔ اور میں نے آپ کو کہا ہے کہ آپ اتنی دیر کے بعد آئے ہیں اب کچھ عرصہ یہاں ٹھہریں۔ آپ نے فرمایا نہیں میں نہیں ٹھہر سکتا۔ میں پانچ سال امریکہ رہا ہوں اور اب حکم ہؤا ہے کہ بخارا جاؤں۔ اس سے میں نے سمجھا ہے کہ امریکہ حق کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہے اور بخارا تیار ہو رہا ہے اس لئے ایک ایک مشن وہاں ضرور قائم ہونا چاہئے۔ اسی طرح اور ممالک میں مشن قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ افغانستان میں سید عبداللطیف صاحب مرحوم کا خون پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے احمدیو! میرا خون اس سرزمین میں احمدیت کے لئے بہایا گیا۔ اب تم بتاؤ تم نے میرے لئے کیا غیرت دکھلائی اور اس ملک میں کیا کام کیا؟ اس کا جواب اس وقت

ہمارے پاس کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ لیکن کیا ہمیں اس کا کچھ جواب نہیں دینا چاہئے؟ اور اس خون کا بدلہ نہیں لینا چاہئے؟ ضرور لینا چاہئے لیکن اسی طریق سے جو حضرت مسیح موعودؑ نے بتایا ہے اور جو یہ ہے کہ کابل کی سرزمین سے اگر ایک احمدیت کا پودا کاٹا گیا ہے۔ تو اب خدا تعالیٰ اس کی بجائے ہزاروں وہاں لگائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عبداللطیف صاحب شہید کے قتل کا بدلہ یہ نہیں رکھا گیا کہ ہم ان کے قاتلوں کو قتل کریں اور ان کے خون بہائیں کیونکہ قتل کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے پر امن ذرائع سے کام کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے نہ کہ اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کے لئے۔ پس ہمارا انتقام یہ ہے کہ ان کے اور ان کی نسل کے دلوں میں احمدیت کا بیج بوئیں اور انہیں احمدی بنائیں۔ اور جس چیز کو وہ مٹانا چاہتے ہیں اسکو ہم قائم کر دیں۔ لیکن اس وقت تک سید عبداللطیف کا خون بغیر بدلے کے پڑا ہے۔ ان کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی کہ خدا کی راہ میں اپنی جان دیں اور انہوں نے دی۔ ان کے علاوہ اب بھی ہماری جماعت میں سے اسی طرح جان دینے کو تیار ہیں۔ اور ہزاروں اس بات پر آمادہ ہیں کہ ان کے تمام اموال' عزیز اور رشتے دار خدا کی راہ میں قربان ہو جائیں۔ مگر میں کہتا ہوں اس وقت تک خدا کے لئے جان دینے کا فخر حاصل کس کو ہو سکا۔ سید عبداللطیف صاحب اور ان کے شاگرد کو۔ پس ان کو یہ فضیلت حاصل ہو گئی۔ مگر اب ہمارا یہ کام ہے کہ ان کے خون کا بدلہ لیں اور ان کے قاتل جس چیز کو مٹانا چاہتے ہیں اسے قائم کر دیں اور چونکہ خدا کی برگزیدہ جماعتوں میں شامل ہونے والے اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں کہ اپنے دشمنوں پر احسان کرتے ہیں۔ اسلئے ہمارا بھی یہ کام نہیں ہے کہ سید عبداللطیف صاحب کے قتل کرنے والوں کو دنیا سے مٹا دیں اور قتل کر دیں بلکہ یہ ہے کہ انہیں ہمیشہ کے لئے قائم کر دیں اور ابدی زندگی کے مالک بنا دیں۔ اور اس کا طریق یہی ہے کہ انہیں احمدی بنا لیں۔ لکھا ہے کہ ایک آفیسر نے اپنے ایک ماتحت کو جس کا کوئی قصور نہ تھا یونہی گالیاں دیں۔ اور کہا کہ تو بالکل نکما اور فضول انسان ہے۔ اتفاقاً ایک جنگ شروع ہو گئی جس میں اسی افسر کو حکم ہوا کہ فلاں قلعہ کو جا کر فتح کرو۔ اس نے اس کے لئے بہت کوشش کی مگر ہر دفعہ اسے شکست ہی ہوئی۔ آخر اس نے اعلان کیا کہ کچھ ایسے لوگ تیار ہوں جو یہ سمجھ کر حملہ کریں کہ ہم مرنے کے لئے جا رہے ہیں واپس آنے کے لئے نہیں جا رہے۔ یہ اعلان اس نے ایک بار کیا تو کسی نے جواب نہ دیا۔ دوسری بار کیا تو بھی کسی نے جواب نہ دیا جب تیسری بار اعلان کیا تو اسی شخص نے اپنے آپ کو پیش کیا جسے اس نے

گالیاں دی تھیں۔ اس کو دیکھ کر اوروں نے اپنے آپ کو بھی پیش کرنا شروع کر دیا۔ ان سب کا اس کو افسر بنا کر حملہ کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ جب آگے سے دشمن نے گولیاں چلانی شروع کیں تو کچھ ان میں سے بھاگنے لگے مگر وہ آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔ اور اس کو دیکھ کر دوسرے بھی آگے بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے جا کر قلعہ پر قبضہ کر لیا اس فتح کی خوشی میں جب بڑے افسر نے آکر اس سے ہاتھ ملانا چاہا تو وہ پرے ہٹ کر کہنے لگا آپ وہی ہیں جنہوں نے مجھے گالیاں دی تھیں۔ اس نے کہا پھر تم نے میرے کہنے پر کیوں کام کیا۔ اس نے کہا میں نے اس لئے کیا کہ آپ سے بدلہ لوں۔ اور شریف کا بدلہ لینا یہی ہوتا ہے کہ اپنے دشمن کو احسان سے شرمندہ کرے۔ اور اسے اپنی دشمنی پر افسوس کرنے کے لئے مجبور کرے۔ تو ہمیں سید عبداللطیف صاحب کے خون کا بدلہ کابل کے لوگوں سے لینا ہے مگر اس طرح جس طرح شریف لیا کرتے ہیں۔ انہوں نے تو احمدیت کے نام کو مٹایا تھا ہم اس کو قائم کر دیں۔ پس کابل ہمیں پکار پکار کر بلا رہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنا کوئی مشن بھیجیں۔ پھر ایران بلا رہا ہے۔ دیکھو کوئی شریف انسان برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس پر احسان کرے اور وہ اس کا بدلہ نہ دے۔ ایران نے تم پر احسان کیا ہے اور بہت بڑا احسان کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِنْ فَارَسَ ☆ اس وقت جب کہ ایمان ثریا پر چلا جائے گا ایک ایران کا انسان تم کو ایمان واپس لا کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ اور ایک فارسی النسل نے تمہیں ایمان واپس لا کر دیا۔ اب کیا تمہارا فرض نہیں ہے کہ تم اس کے رشتہ داروں اور اہل وطن کو اس نعمت سے بہرہ ور کرو۔ ضرور ہے لیکن کیا تم نے ان کے احسان کا بدلہ دیا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اس لئے فارس بھی پکار رہا ہے کہ میری طرف منسوب ہونے والے ایک انسان نے تم پر احسان کیا اور تمہیں ایمان جیسی نعمت دی۔ اس کے بدلے میں تم نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ پس تم بھی اس کے اہل ملک پر احسان کرو اور اس نعمت میں شامل کرو۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر عرب پکار پکار کر کہہ کر رہا ہے کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانوں کا جس نے تمہارے آباء و اجداد کو زندہ کیا اور پھر جب تم مر گئے تو اس کے غلاموں میں سے ایک غلام نے تم کو زندہ کیا۔ کیا بدلہ دیا ہے؟ اس کے اہل وطن ہونے کی وجہ سے

☆ بخاری کتاب التفسیر باب وآخرین منھم لما یلحقوا بھم میں الفاظ اس طرح ہیں "لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاء نیز المعجم الکبیر جلد ۱۸ صفحہ ۳۵۳ لحافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد طبرانی میں ہے لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجال من فارس"

ہمارے تم پر حقوق تھے۔ ان حقوق کو تم نے کس طرح ادا کیا ہے۔ پس کابل سید عبداللطیف صاحب شہید کے خون کا بدلا مانگ رہا ہے۔ ایران اپنے فارسی النسل انسان کے احسان کا معاوضہ طلب کر رہا ہے۔ اور عرب کا دعویٰ سب سے وزنی ہے۔ جو کہتا ہے کہ دین کی بنیاد میرے اندر پیدا ہونے والے انسان نے ڈالی ہے پھر کیا وجہ ہے جب اس کی قوم اور اس کے وطن کے لوگ دین کے پیاسے ہیں تو تم نے ان کی خبر تک نہیں لی۔ پھر وہ امریکہ جس میں حضرت مسیح موعودؑ پانچ سال رہے وہ بلا رہا ہے۔ اور بخارا جس میں اب جا بسے ہیں وہ بلا رہا ہے۔ فی الحال یہ مشن ہیں جنہیں فوراً قائم کرنے کی ضرورت ہے اور ان کے قیام کے لئے ابھی سے کوشش شروع ہو جانی ضروری ہے۔ امریکہ و بخارا، ایران، کابل اور عرب یہ پانچ مشن بنتے ہیں۔ اور جو ان سے پہلے مشن قائم ہیں وہ الگ ہیں۔ اور ان کے لئے بھی مبلغ بھیجنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً ایک مشن جو نائیجریا میں ہے۔ وہاں کے احمدی بار بار لکھتے ہیں کہ ہم تو بغیر تمہاری کوشش کے احمدی بن گئے ہیں تم نے ہمارے لئے کوئی کوشش نہ کی تھی۔ لیکن اب کوئی مبلغ بھیجو جو ہمیں تعلیم دے تاکہ ہم دوسروں کو احمدی بنا سکیں۔ ان لوگوں نے کبھی کسی احمدی کا نام بھی نہیں سنا تھا۔ اتفاقاً کہیں سے قادیان کا نام سن لیا اور یہاں خط لکھ دیا۔ اس کا جواب جب یہاں سے گیا تو احمدی ہو گئے اب وہاں مبلغ بھیجنے کی ضرورت ہے۔ غرض یہ نئے ملک ہیں جو ہمیں تبلیغ کے لئے بلا رہے ہیں۔ ان میں تبلیغ کرنے کے لئے ہمیں کوشش کرنی پڑے گی۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ انگلستان میں مشن قائم کرنے کی وجہ سے جماعت پر بہت بوجھ پڑ گیا ہے۔ میں کہتا ہوں ٹھیک ہے وہ بوجھ ہے لیکن یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ خدا سے عشق کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ کسی نے کہا ہے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

تم لوگوں نے خدا سے محبت لگائی ہے۔ پس ابھی یہ کیا بوجھ ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ دیکھو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔ (العنکبوت : ۳) کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان صرف یہ کہکر چھوٹ جائیں کہ ہم ایمان لے آئے اور انکا امتحان نہ لیا جائے۔ ہرگز نہیں۔ پس تم کو بھی اسی طرح بھٹیوں میں ڈالا جائیگا۔ اسی طرح تمہارے مالوں، جانوں اور رشتہ داروں کو قربان کرنا پڑے گا۔ جس طرح تم سے پہلے عرب کے بہادروں نے قربان کیا۔ اس وقت صرف سید عبداللطیف صاحب کی شہادت کافی

نہیں بلکہ بہت سی شہادتوں کی ضرورت ہے۔ اور اب تمہیں وہاں جانا پڑے گا جہاں ممکن ہے جانیں بھی) دینی پڑیں۔ کیونکہ ہر جگہ تمہیں انگریزی حکومت نہیں ملے گی۔ بلکہ ایسے بھی ملک ہوں گے جہاں تمہیں بیدردی سے قتل کردینا روا رکھا جائے گا۔ مجھے کئی ایسے علاقوں کا علم ہے جہاں عیسائیوں کی مشنری عورتیں قتل کی گئیں۔ لیکن وہاں اوروں نے جانا چھوڑ نہیں دیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ گئی ہیں۔ پس جب عیسائیوں کی عورتیں مذہب کے لئے قتل ہونے کی کوئی پرواہ نہیں کرتیں تو کیا ہمارے مرد اس کے لئے تیار نہ ہوں گے؟ میں جانتا ہوں کہ ہزاروں تیار ہوں گے۔ مگر میں انہیں متنبہ کرتا ہوں کہ ابھی سے تیار ہو جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ احمدیت کو تمام دنیا میں پھیلا دے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ زمانہ کب آئے گا جب ساری دنیا میں احمدیت پھیل جائے گی۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ ایسا زمانہ آئے گا ضرور جو زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے اور جو مرجائیں گے وہ آسمان پر اس کا نظارہ ملاحظہ کر سکیں گے۔ کیونکہ اب ہمارے لئے کامیابیوں کے دروازے کھلنے والے ہیں اور وہ ضرور کھلیں گے۔ لیکن اپنے مالوں، اپنی جانوں، اپنی عزتوں، اپنی آبروؤں کے چڑھاوے چڑھا کر، اپنے ملکوں میں، اپنے وطنوں، اپنے عزیزوں، اپنے رشتہ داروں کے چڑھاوے دے کر۔ اور جس وقت یہ دروازے کھل جائیں گے۔ اس وقت دنیا میں تمہاری وہ عزت اور وہ شان ہوگی کہ آج جو لوگ بڑے بڑے سمجھے جاتے ہیں یہ یا ان کے پیچھے کھڑے ہونے والے تمہارے پاؤں کی خاک کو سرمہ بنانا اپنا فخر سمجھیں گے۔ آج تم ذلیل سمجھے جاتے ہو تمہیں کوئی عزت حاصل نہیں لیکن وہ وقت آنے والا ہے جب تمہارے ساتھ تعلق رکھنا لوگ اپنی عزت سمجھیں گے۔ دیکھو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اسلام سے پہلے کی کیا حالت تھی۔ جب آپ خلیفہ ہوئے آپ کے والد زندہ تھے۔ کسی نے ان کو جا کر خبر دی کہ مبارک ہو ابو بکرؓ خلیفہ ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا۔ کونسا ابو بکرؓ؟ اس نے کہا آپ کا بیٹا۔ اس پر بھی انہیں یقین نہ آیا اور کہا کوئی اور ہو گا۔ لیکن جب ان کو یقین دلایا گیا۔ تو انہوں نے کہا اللہ اکبر۔ محمد ﷺ کی بھی کیا شان ہے کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو عربوں نے اپنا سردار مان لیا (البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۵۰ مطبوعہ بیروت) غرض وہ ابو بکرؓ جو دنیا میں کوئی بڑی شان نہ رکھتا تھا محمد ﷺ کے طفیل اس قدر عزت پا گیا کہ اب بھی لاکھوں انسان اس کی طرف اپنے آپ کو فخر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ پس تم آج ذلیل اور حقیر سمجھے جاتے ہو مگر ان قربانیوں کے بعد تمہیں وہ عزت اور توقیر حاصل ہوگی جو چاند اور سورج کو

بھی حاصل نہیں۔ کیونکہ تم ہمیشہ کے لئے دنیا کو روشن کرنے کا باعث بنو گے اور حقیقت اور صداقت تمہارے ذریعہ قائم ہو گی۔ آج تم دنیا کے سامنے جو بات پیش کرتے ہو۔ اس کی تم سے سند طلب کی جاتی ہے۔ لیکن ایک زمانہ آئیگا جب کہ قرآن اور حدیث اور تحریرات حضرت مسیح موعودؑ کے بعد تمہارے قول پیش کئے اور مانے جائیں گے۔ پس خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ اسوقت جو کوششیں اور قربانیاں تم کرو گے۔ وہ بے فائدہ نہیں جائیں گی بلکہ بڑے بڑے عظیم الشان نتائج پیدا کریں گی۔ ہاں کرنی ضرور پڑیں گی اور جو کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا وہ پیچھے ہٹا دیا جاوے گا۔ اور جو ٹھہر جائے گا وہ گرے گا اور گر گر کر پس جائیگا۔ اس لئے اب سلامت وہی رہ سکے گا جو خدا کی طرف بڑھ بڑھ کر قدم مارے گا اور آگے ہی آگے چلے گا۔ اور جو کھڑا ہونا چاہے گا وہ کھڑا نہیں ہو سکے گا بلکہ مونہہ کے بل گر پڑے گا۔ پس آپ لوگوں کو بالکل تیار ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ دراصل وسیع کام کا زمانہ اب آیا ہے۔ اور اب کام اتنا وسیع ہو گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔

دعوت الی اللہ ہر احمدی کا فرض ہے

اس کے علاوہ میں اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کا ذاتی طور پر بھی فرض ہے کہ تبلیغ کریں۔ میرے نزدیک اگر کوئی شخص نیک نیتی کے ساتھ تبلیغ کے لئے کھڑا ہو جائے۔ تو اسے ضرور توفیق مل جاتی ہے اور کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ کی بات ہے میں نے ایک نکاح پڑھا جس کا مہر دس ہزار مقرر ہؤا۔ نکاح پڑھوانے والے نے سمجھا کہ مہر رواج کے طور پر ہے۔ کس نے لینا اور کس نے دینا ہے۔ لیکن میں نے اسے کہا کہ اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ تمہیں ضرور ادا کرنا چاہئے۔ اس پر اس نے کہا کہ میں نے ادا کرنے کی نیت کر لی ہے۔ میں نے کہا کہ اگر تم نے نیت کر لی ہے تو خدا ادا کرنے کی ضرور توفیق دے گا۔ چنانچہ اس کے بعد پچیس تیس ہزار کی جائیداد اسے گورنمنٹ کی طرف سے مل گئی۔ تو جس بات کی نیت خدا کے لئے کر لی جائے اس کے کرنے کی خدا تعالیٰ توفیق عطا کر دیتا ہے۔ پس اگر ہر ایک احمدی نیت کر لے کہ اگلے سال تک کم از کم ایک احمدی بنانا ہے۔ اور اس پر پختہ طور سے قائم رہے تو ضرور اسے کامیابی ہو گی۔ کیونکہ نیتوں کے پھل خدا تعالیٰ ضرور دیتا ہے۔ پس تم میں سے کوئی یہ مت سمجھے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ تم اپنے آپ کو کمزور مت سمجھو۔ بے شک تم کمزور ہو مگر یہ بھی تو خیال کرو کہ تم وہ ہو جنہوں نے حق قبول کیا ہے۔ اور تمہارے بالمقابل

وہ ہیں جو حق سے بالکل بے علم اور انجان ہیں۔ پس اگر تم کم علم ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ جن کو تمہیں پڑھانا ہے وہ تمہارے مقابلہ میں عُشر عشیر بھی نہیں جانتے۔ اور پھر تمہیں ایک ایک جلسہ پر اتنا علم دیدیا جاتا ہے کہ ہمارے مخالفین مولوی پندرہ بیس سال کیا ساری عمر میں بھی نہیں دے سکتے۔ اور انہوں نے دینا بھی کیا ہے۔ ان کے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔ جو کچھ ہم بیان کرتے ہیں وہ اس کا عُشر عشیر بھی بیان نہیں کرسکتے۔ وجہ یہ کہ ہم وہ بیان کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ ہمیں سکھاتا ہے۔ لیکن وہ دوسروں کے اترے ہوئے پیراہن پہن کے کھڑے ہوئے ہیں۔ پس کسی کی طاقت نہیں ہے کہ ہمارے علوم کا مقابلہ کرسکے لیکن اس میں ہماری کوئی خوبی نہیں ہم تو خدا تعالیٰ کے خاکسار بندے ہیں ہمیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ اس نے اپنے فضل سے دیا ہے۔ پس جب ہم پر اس قدر خدا کا فضل ہے اور اس فضل سے ہر ایک احمدی کو حصہ دیا جاتا ہے تو پھر ہر ایک کا فرض ہے کہ تبلیغ کے فرض کو ادا کرے۔ کیا ہم نے حق کو قبول نہیں کیا۔ کیا صداقت ہمارے پاس نہیں ہے۔ کیا مخالفین کے جھوٹے ہونے کے ہمارے پاس دلائل نہیں ہیں۔ اگر یہ سب کچھ ہے تو پھر ہمارا چھوٹے سے چھوٹا آدمی انکے مولوی پر بھاری ہے کیونکہ اس کے ساتھ خدا ہے۔ اور کون ہے جو خدا کا بوجھ اٹھاسکے۔ پس تم کوئی نکمی اور بے کار شَے نہیں ہو۔ تم کوئی کوڑا کرکٹ نہیں ہو۔ خدا نے تو ہمیں یہ بتایا ہے کہ دنیا کی ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز کام کی ہے اور تم تو وہ ہو جو سلسلہ کی بنیاد ہو۔ اور خدا نے تمہارے ذریعہ اپنا جلال ظاہر کرنا ہے۔ اگر تم کسی کام کے نہیں ہو تم میں زندگی کی روح نہیں ہے تو کیا خدا مُردوں کے ذریعہ اپنا جلال ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ نہیں تم میں بہت کچھ ہے اور تم بہت کچھ کرسکتے ہو۔ اس لئے اگر تم ایمان کی طاقت لے کر کھڑے ہو جاؤ تو پھر کوئی مولوی بھی تمہارا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ میں نے تو تجربہ کیا ہے کہ وقت پر خدا تعالیٰ ایسے علوم عطا کردیتا ہے جو پہلے نہیں آتے۔ اور ایسے دریا بہا دیتا ہے کہ اس علم کے بڑے بڑے عالم بھی حیران رہ جاتے ہیں۔ پس اگر ہر سال ہر ایک احمدی یہ نیت کرلے کہ کم از کم ایک شخص کو ہدایت کی طرف لانے کی کوشش کروں گا۔ تو خدا تعالیٰ بہت سے لوگوں کو اس میں کامیاب ہونے کی توفیق دے گا اور جن کی نیت زیادہ خالص ہوگی انہیں اور بھی زیادہ کامیاب کرے گا۔ پس چاہئے کہ ہر ایک احمدی پہلے دعا اور استخارہ کرے کہ یا اللہ! فلاں فلاں شخص کو میں سمجھانے کی نیت کرتا ہوں تو مجھے اس کے سمجھانے اور اسے حق کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ اس کے بعد تبلیغ شروع کردے۔

لیکچروں کے ذریعہ تبلیغ

دوسری بات یہ ہے کہ ہر جگہ انجمنیں قائم کرو اور لیکچروں کی مشق کرو۔ اور دوسرے لوگوں کو اپنے لیکچروں میں شامل کرو۔

لوگوں کو قادیان میں لانے کی کوشش

تیسری بات یہ ہے کہ ہر ایک احمدی کی کوشش ہو کہ سالانہ جلسہ پر یا دوسرے وقتوں میں غیر احمدیوں کو یہاں لائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جو یہاں آجاتا ہے وہ خالی واپس نہیں جاتا۔ کیوں؟ جو شیر کی غار میں آجائے وہ پھر واپس نہیں جاسکتا۔ سوائے اس کے جسے خدا مردار قرار دے کر پرے پھینک دے۔ کیونکہ شیر مردار نہیں کھایا کرتا۔ ایسا انسان گو تمہیں زندہ نظر آئے لیکن خدا کے نزدیک مردہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ پھینک دیتا ہے عام لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ مرزا صاحب کو جادو آتا تھا۔ اور بعض لوگ تو کہتے تھے کہ ایک ایسا حلوا پکا کر کھلا دیتے تھے کہ جسکے کھانے کے بعد انسان ان کی ہر ایک بات مان لیتا تھا۔ چنانچہ ایک مولوی کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ مختلف مقامات پر جا کر یہی وعظ کرتا تھا۔ اور اس نے اپنے ساتھ ایک آدمی رکھا ہوا تھا۔ جو کھڑا ہو کر کہہ دیتا تھا کہ جو کچھ مولوی صاحب نے کہا ہے بالکل سچ ہے۔ اور یہ بھی قصہ سناتا تھا کہ ہم چند آدمی مل کر قادیان گئے تھے جہاں ہمیں حلوا دیا گیا۔ اوروں نے تو کھالیا لیکن میں نے نہ کھایا۔ اس کے بعد فٹن منگوائی گئی۔ جس میں ہم کو بٹھا کر لے گئے۔ باہر جا کر مرزا صاحب نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ تم مجھے رسول مانو میں نے کہا میں نہیں مانتا۔ اس پر انہوں نے مولوی حکیم نور الدین صاحب کی طرف دیکھ کر کہا کیا اسے حلوا نہیں دیا تھا۔ وہ بیچارے ڈر گئے۔ اور کہنے لگے میں نے تو اسے اپنے ہاتھ سے حلوا دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس نے کھایا نہیں اس کے بعد انہوں نے مجھے فٹن میں سے اتار دیا اور کہا یہاں سے اسی وقت چلے جاؤ ورنہ مار ڈالے جاؤ گے۔ تو مخالفین ایک جھوٹے حلوے کا کھانا مشہور کرتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں ہاں واقع میں حضرت مرزا صاحب حلوا کھلایا کرتے تھے۔ اور ایسا حلوا کھلاتے تھے کہ پھر کسی اور حلوے کا مزہ آتا ہی نہیں تھا۔ پھر کہتے ہیں آپ ساحر تھے ہم کہتے ہیں ہاں ساحر تھے اور ایسا سحر کرتے تھے کہ باطل بالکل بھاگ جاتا تھا۔ ساحروں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انسانوں کو بندر بنا دیتے ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب ایسے ساحر تھے کہ ان لوگوں کو جو یہودی صفت ہو کر بندروں سے مشابہ ہو چکے تھے انسان بنا دیتے تھے۔ پس ان لوگوں کو یہاں لانے کی کوشش کرو۔ تاکہ انہیں ہدایت نصیب ہو۔ یہ صورت تبلیغ کے لئے بہت مفید ہے۔

غیر احمدیوں سے رشتہ کرنے کے متعلق

اب چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے مختصر طور پر کچھ کہہ کر ختم کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اب تک احمدی غیر احمدیوں کو رشتے دیتے ہیں دنیا میں کوئی انسان یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنی اولاد کو آگ میں دھکیل دے پھر تم لوگ اپنی لڑکیوں کو کیوں آگ میں ڈالتے ہو۔ کیونکہ غیر احمدیوں میں رشتہ کرنا لڑکی کو غیر احمدی بنانا ہے پس اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں جہنم میں نہ ڈالو اور اپنے آپ اسے تباہ نہ کرو۔ غیر احمدیوں کو رشتہ نہ دو بلکہ آپس میں کرو اس وقت بہت سی لڑکیاں لڑکے ہماری جماعت میں بن بیاہے موجود ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ غیر احمدی غریب احمدیوں کو رشتہ نہیں دیتے ہاں جو آسودہ حال اور باحیثیت ہو اسے دے دیتے ہیں اور افسوس ہے کہ احمدی بھی لیتے ہیں۔ حالانکہ انہیں چاہئے کہ جب غریب احمدیوں کو غیر احمدی نہیں دیتے تو وہ بھی ان کی لڑکیاں نہ لیں۔ کیونکہ اگر احمدی امیر غیر احمدیوں کے ہاں رشتے کر لینگے۔ تو پھر احمدی امیروں کی لڑکیاں کہاں جائینگی۔ تو جہاں یہ ضروری ہے کہ غیر احمدیوں کو لڑکیاں نہ دیجائیں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ جب تک کوئی خاص دینی فائدہ نہ ہو ان کی لڑکیاں لی بھی نہ جائیں۔

نماز باجماعت کے متعلق

پھر ایک نہایت ضروری بات نماز باجماعت ہے اس کے متعلق میں نے ایک گذشتہ جلسہ پر بھی کہا تھا کہ نماز جماعت کے بغیر ہو نہیں سکتی سب سے مشکل وقت نماز کا صبح اور عشاء کا ہے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں عشاء کی نماز میں اپنی جگہ اور کسی کو کھڑا کر کے کچھ لوگوں کے سروں پر لکڑیوں کے گٹھے رکھ کر لیجاؤں۔ اور جو نماز کے لئے نہ آئے ہوں ان کے گھروں میں آگ لگا کر انہیں بھسم کر دوں (بخاری کتاب الخصومات باب اخراج اھل المعاصی والخصوم من البیوت) دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا رحیم انسان جس نے مکہ فتح کر کے اپنے جانی دشمنوں کو کہدیا تھا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۴۲۴ مؤلفہ ابن قیم مطبوعہ مطبع میمنتہ مصر) وہ عشاء کی نماز باجماعت نہ پڑھنے والوں کے متعلق کیا کہتا ہے پس تم لوگ نماز باجماعت پڑھنے کی خاص کوشش کرو۔

ایک اور بات یہ ہے کہ مدرسہ احمدیہ دین کی اشاعت کے لئے قائم کیا گیا ہے اس کے لئے جو آسودہ حال لوگ ہیں انہیں چاہئے کہ اپنا ایک ایک بچہ ضرور دیں۔ اس وقت تک ایسے

لوگوں نے جو اپنے بچوں کا آپ خرچ برداشت کرسکتے ہوں اس طرف بہت کم توجہ کی ہے۔
اب میں تقریر ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر اور مجھ پر فضل کرے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین